سہیل
آغا حیدر مرزا
اردو منزل

رئیس احمد جعفری

کا تازہ شاہکار

آن

آن ! ہے تو وہ ہے جو زندگی پر جمود، بے حسی اور بے کیفی طاری نہیں ہونے دیتی !

آن ! کی مدافعت میں انسان نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں !

آن ! زندگی کی زینت، حیات کا فروغ اور انسانی شرافت کا وہ تابندہ اور درخشاں نفسیاتی عمل ہے جو حیاتِ عشق و محبت میں بھی رنگ بھر سکتا ہے اور محبت کے طوفانی لمحے بھی اس کو اپنے تلاطم میں جھکولے نہیں دے سکتے !

آن ! کی اِن رفعتوں اور عظمتوں کو اِس عشق و محبت کی حسین داستان میں ہر قدم پر وجد آفرین پائیں گے، جو نامور صاحبِ نظر رئیس احمد جعفری کا ایک ادبی کارنامہ ہے !

قیمت ——— ۴ روپے ۱۲ آنے

اُردو منزل

بندر روڈ، کراچی

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

سہیل

Taj Tahir Foundation

(مُصنّف)

آغا حیدر مرزا

ناشران

اُردو منزل

بندر روڈ، کراچی

(جملہ حقوقِ دائمی بحق ناشران محفوظ ہیں)

بار دوم

قیمت ۲/۴

Taj Tahir Foundation

مندرجات

انتساب ۵
دیباچہ ۷
نگاہِ اوّلین ۹
سہیل ۱۳
آہِ نیم شب ۳۱
رقیب سے خطاب ۴۳
تیرے بغیر ۵۱
ایک بار ۵۷
شاعر اور گھر بار ۶۵

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

انتساب

اُس ذاتِ گرامی کے نام!
اُس حُسنِ مجسمؐ کے حضور میں
جس کی بارگاہ سے ایک دائمی اضطراب ـــــ اور
دردِ لادوا عطا ہوا ـــــــــــ

آغا حیدر مرزا

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

دیباچہ

یہ اوراق ان ذہنی عوارض کے معالج ہیں، جن کا

مُداوا ہی نہیں ——— !

آغا حیدر مرزا

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

نگاہِ اوّلین

آج سے آٹھ سال قبل جب میری عمر صرف سولہ سال تھی۔ میں گورنمنٹ ہائی سکول دہلی میں دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ میں نے عربی کے کورس میں اصمعی کی ایک حکایت پڑھی جو ذیل میں درج ہے۔

حکایت:۔ قال الاصمعی بینما انا اسیر فی البادیت اذمررت بحجرمکتوب علیہ ھذاالبیت۔

یامعشرالعشاق باللہ خبروا   اذاحل عشق بالفتی کیف یصنع

وکتبت تحتہ

یداری ھواہ ثم یکتم سرہ   ویخشع فی کل الامور ویخضع

ثم عدت فی الیوم الثانی فوجدت مکتوبا تحتہ ھذاالبیت

وکیف یداری والھوی قاتل الفتی   وفی کل یوم قلبہ یتقطعُ

Taj Tahir Foundation

فکتبت تحتہ

اذا لم یجد صبراً الکتمان سرہ　　فلیس لہ شئ سوی الموت ینفع

فعدت فی الیوم الثالث فوجدت شابا ملقے تحت ذلک الحجر میتا ومکتوب تحتہ ھذا الابیات۔

سمعنا اطعنا ثم متنا فبلغوا　　سلامی الی من کان للوصل یمنع

ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھم　　وللعاشق المسکین ما یتجرع

اُس وقت جیسا کہ میں نے عرض کیا میری عمر صرف سولہ سال تھی۔ میں نے اس حکایت کو محض ایک دلچسپ اور دردناک حادثہ سمجھا۔

لیکن جب کتابِ زلیست کا اکیسواں باب کھلا۔ اور میں نے عنفوانِ شباب سے نکل کر عین شباب کی منزل میں قدم رکھا تو وقت اور زمانے کی کسوٹی نے میری عمر کی بساط پر نت نئے زاویوں سے کس لگائے۔ ان دنوں میں ایک نئی لذت سے آشنا ہوا اور ایک نئے کرب سے دوچار ـــــــ، میرے احساسات کی بنیادوں پر رنگین اور سنگین عمارات تعمیر ہونے لگیں۔ جنہوں نے میری روح کا سکون اور زندگی کی ہر مسرت مجھ سے چھین لی۔

آنکھیں وقفِ گریہ اور دلِ سپردِ غم ہوگیا۔ اس وقت میں نے افسانہ "سہیل" تحریر کیا۔

یہ وہ مقام تھا جہاں دانائی دیوانگی کا لباس پہن لیتی ہے شعور جنون بن جاتا ہے۔ خرد کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ ہر تدبیر سپر انداز ہو جاتی ہے اور

مصلحت کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہ امر کسی عنوان قریب فہم نہ تھا کہ اسکول کا اتنا شوخ و شریر، لاابالی اور آزاد طبع طالب علم جس کے طویل اور صحت مند قہقہے لوگوں کو اکثر چونکا دیا کرتے تھے۔ اس قدر جلد اتنا حساس اور غمگین ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ آج سے چار سال قبل جب میری مسیں بھیگ رہی تھیں اور میں عالم شباب میں تیزگامی سے داخل ہو رہا تھا میرے دل پر ایک ایسا زخم لگا جو آج تک بھرنے نہ پایا۔

ہر چند کہ میں جس دور سے گزر رہا ہوں۔ اس میں غم و یاس حسرت و اندوہ کے سوا کچھ نہیں۔ تاہم مجھے اپنے درد سے محبت ہے اور غم کی عظمتوں پر ناز ہے۔

سوچتا ہوں اور سوچتا ہی رہ جاتا ہوں کس قدر انقلاب آگیا ہے مجھ میں۔ وقت نے زندگی میں کس قدر تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ جو پہلے تھا وہ اب نہیں ہوں، جو اب ہوں شاید وہ آئندہ نہ رہوں گا۔

ایک وقت آئے گا جب زندگی کے یہ ہنگامے، وقت کے یہ پہرے سب ختم ہو جائیں گے، تنفس کا یہ سلسلہ، جسم و روح کا یہ رشتہ قلب و جگر کا یہ اتصال یک لخت منقطع ہو جائے گا۔ ساز بھی ٹوٹ جائے گا۔ اور نغمے بھی خموش ہو جائیں گے۔

یہ درد جسے میں کاغذی پیراہن میں پیش کر رہا ہوں۔ شاید وہ

وہ لوگ بہ خوبی سمجھ سکیں۔ جن کے لئے محبت جگر میں داغ، آنکھوں میں اشک اور زبان پر آہ بن کر رہ گئی ہے۔

آغا حیدر مرزا
رٹز سینما بلڈنگ
بندر روڈ
کراچی
مئی سنہ ۱۹۵۰ء

Taj Tahir Foundation

سہیل

گردوں کی سیاہ چھاتی سے ایک دُم دار تارہ ٹوٹا اور اندھیرے کی سیاہ دیوار کو شق کرتا ہوا زمین کی وسعتوں میں غرق ہو گیا۔

سہیل کا دل ڈوبنے لگا۔ اُسے اپنا وطن شہر یمن چھوڑے ہوئے بیس سال گذر چلے تھے۔ مکمّل بیس سال جب وہ اپنے گھر سے چلا تھا تو اس کی زوجہ حاملہ تھی۔۔ اس وقت سہیل کی عمر چالیس سال تھی، عہدِ طفلی سے اسے علم کا ذوق و شوق تھا، جستجوئے تعلیم اور حصولِ علم کی تلاش میں مدتوں وہ خانہ بدوشوں کی طرح اِدھر اُدھر پھرتا رہا حتیٰ کہ اسی سعی جد وجہد کے باعث اڑتیس سال کی عمر میں اس نے شادی کی۔

شادی کے بعد اپنے گھر میں ازدواجی زندگی کے اس نے دو سال گذارے تھے۔ صرف دو سال اور پھر وہ فضیلت کی انتہائی سند لینے یہاں چلا آیا تھا۔ مغرب سے شمال میں، دنیا کے سب سے بڑے دار العلوم میں وادیٔ پُرخار کے قریب کوہ مرمر کے قلب میں، دنیا کے عظیم ترین مرکز العلوم اور جامع درس گاہ میں جہاں

Taj Tahir Foundation

جیدِ عالم اور جلیل القدر فاضل اپنی تعلیم کی مزید تکمیل کیلئے کُل عالم سے سمٹ کر آتے تھے

اس دارالعلوم کو دورِ قدیم کے ماہر فنکاروں نے مرمریں چٹانوں کو تراش کر کوہ مرمر کے قلب میں بنایا تھا۔

علم کے خواہاں، تعلیم کے شائقین دور دراز کا سفر اختیار کرتے اور ایک طویل عرصے کے درس و تدریس کے بعد ایک پختہ سند لے کر چلے جاتے۔ اس درس گاہ میں ہر موضوع پر انتہائی و اختتامیہ اسباق دیے جاتے تھے۔

فلسفہ، نجوم، جنسیات، طِب اور بالخصوص علم النفسیات،

ہر وہ شخص جو اپنی مقامی یونیورسٹی میں ممتاز ترین درجہ رکھتا ہو، اپنی سابقہ سند کی مدد سے اس دارالعلوم میں بہ حیثیت طالب علم داخل ہو سکتا تھا۔ اس دارالعلوم نے بڑے بڑے مفکّر، فلسفی، سیاست داں، نجومی، جوتشی، علم النفسیات کے ماہر اور محققین پیدا کئے تھے جنہیں بعد میں دنیا نے مشاہیر بھی تسلیم کیا۔

اس درسگاہ سے نکلا ہوا ہر فرد علوم میں مکمّل اور عجوبۂ روزگار ہوتا تھا۔ تاہم زندگی کے آخری لمحات تک خود کو طالب علم تصوّر کرتا۔ اور اس جیّد مکتب کا ایک ناکارہ طفل،

یہ اُن دنوں کا ذکر ہے جبکہ عالم میں علماء باعمل کا دور دورہ تھا۔

موجودہ یونیورسٹیوں اور علمی اداروں سے اس دارالعلوم کا نصاب بالکل مختلف تھا جس کی تکمیل بیس سال پر مشتمل تھی۔ ہر طالب علم خواہ وہ کتنے ہی دور دراز مقام سے کیوں نہ آیا ہو۔ اسے کتنی ہی مجبوریاں کیوں نہ لاحق ہوں اتنا طویل عرصہ گذارنا اس کے لئے لازم و ملزوم تھا۔

ابتدائی دس سال ایک متعلم کی حیثیت سے وہ حصولِ علم میں مشغول رہتا اور آئندہ

دس سال تک ایک معلّم کی حیثیت سے اسے دوسروں کو درس دینا پڑتا بعد ازاں اسے ایک پختہ سند ملتی جو اس بات کا بیّن ثبوت ہوتی کہ حاملِ سند صاحبِ دستارِ فضیلت و علم و عمل ہے۔

سہیل تمام منازل طے کر چکا تھا اب وہ اپنے دور کا استاد تھا۔ اس کے بیس سال تمام ہو چلے تھے۔ آئندہ ہفتے کے آخیر میں اُسے سند ملنی تھی۔

جب وہ اپنے وطن شہرِ یمن سے وداع ہو رہا تھا، اس کی بیوی حاملہ تھی جس دن اس نے اس عظیم درس گاہ میں پہلا قدم رکھا۔ تو اسے وطن سے خبر موصول ہوئی کہ اس کے ہاں،

بیٹا ہوا ہے، چاند سا بیٹا!

اسی دن وہ اپنے لختِ جگر، اپنے چاند سے بیٹے کو دیکھنے کے لئے بیقرار ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اپنے اصولوں کا پابند، دُھن کا پکّا اور بات کا دھنی تھا۔ یہاں وہ اپنے علم کو مکمّل کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ اُسے یہاں سے انتہائے فضیلت کی سند لینی تھی، مسلسل بیس سال درس و تدریس کے بعد،

اس نے خود کو تعلیمی مصروفیات میں گُم کر دیا، لیکن تحت الشعور میں بیٹے کا خیال ہر وقت اُجاگر رہتا"

اکثر وہ سوچا کرتا کہ اتنے عرصہ میں اُس کا لڑکا جوان ہو جائے گا۔ اور جب وہ یہاں سے فراغت پائے گا تو اس کا لڑکا بیس سال کا ہو گا عین شباب میں، پلا پڑا یا جوان لڑکا!

ممکن ہے اس کا فرزند اس کا بیٹا اسے نہ پہچان سکے لیکن وہ اپنے جگر کے ٹکڑے اپنے دل کی اُمنگ اپنی زندگی کے سہارے کو ایک ہی نظر میں پہچان لے گا۔

Taj Tahir Foundation

وہ کہے گا!

اے میرے چاند! کائنات کا چاند گواہ ہے، یہ میرا پیامبر رہ چکا ہے، میں اسی کی معرفت تجھے الفت اور محبت سے لبریز پیام بھیجا کرتا تھا۔

فراق کی طویل گھڑیاں ختم ہو رہی تھیں، بیس سال کے تمام ہونے میں اب ایک ہفتہ باقی رہ گیا تھا، صرف ایک ہفتہ، اس ہفتہ کے آخیر میں اسے سند ملنی تھی کمالِ علم کی انتہائی سند، جس کے حصول کے بعد انسان کو معراجِ علم نصیب ہوتی ہے۔

اس سند کا حامل بہ یک وقت متضاد صفات کا حامل ہوتا تھا۔
وہ زبردست روحانیت کا مالک بھی ہوتا تھا اور فلسفی بھی۔
ایک جلیل القدر عالم بھی ہوتا تھا اور ایک مکمل عامل بھی۔
بے مثل طبیب بھی ہوتا تھا اور ایک ماہر ہندسہ داں بھی۔
اعلیٰ ترین ہدایت کار بھی ہوتا تھا اور ایک بہترین کردار نگار بھی۔
قابل مفکر بھی ہوتا تھا اور ایک لائق محقق . . . . بھی۔
ایک مجذوب بھی ہوتا تھا۔ اور ماہر نفسیات بھی۔

ایک مدبر سیاست داں بھی ہوتا تھا اور ایک بہترین نباض بھی، جو چہرے کی ایک جھلک، پلکوں کی ایک جھپک سے انسان کی طبع، مذاق اور خیالات کی دنیا عریاں کر دیتا تھا۔

جو محض چہرے کے تاثرات سے ذہنی تصورات اور قلبی کیفیات معلوم کر لیتا تھا۔

Taj Tahir Foundation

جس کے لئے چال ڈھال، طور طریق اور وضع قطع سے انسان کے مذاق خیالات اور طبعی رجحان کا تجزیہ کر لینا از حد سہل تھا۔ جو آنکھوں کی چمک، ابروؤں کے انتشار، نگاہوں کے رجحان اور تنفس کے زیر و بم سے دبی چھپی خواہشات کا درست اور مکمل اظہار کر دیا کرتا تھا۔

جس کے لئے لب و لہجہ، طرزِ تکلم اور انداز بیان سے ہر انسان کی قلبی کیفیات، ذہنی تشکیلات اور احوالِ طبع معلوم کر لینا آسان بات ہوتی تھی۔ جو چند لمحات تک کسی بھی شخص کو بہ نظرِ غائر دیکھنے کے بعد اس کی داستانِ حیات کی اوراق گردانی شروع کر دیتا تھا۔

جس کی دوربین نگاہیں عوام کے قلوب میں ڈوب کر دلوں کا راز پالیا کرتی تھی جس کی دور رس نظریں مستقبل میں پیش آنے والے حادثات اور واقعات کا قبل از وقت کلّی تجزیہ کر لیتی تھیں، وہ دور رس اور صاحب کمال انسان آج اپنے بیٹے کے فراق میں انتظار کی گھڑیاں شمار کر رہا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا اس کا لختِ جگر پرورش پا کر اب عالمِ شباب میں پروان چڑھ رہا ہوگا، وہ خیال کر رہا تھا، اس کی آنکھوں کا تارا اب جوان ہو گیا ہوگا مضبوط اور شہ زور، توانا اور قوی، یہ بات اس کے لئے باعثِ فخر ہوگی کہ اس کا باپ دنیائے علوم کی افضل ترین سند کا مالک ہے۔

تصورات کی دنیا میں امیدوں کی شمع روشن تھی جس کے نور کی کرنوں میں وہ اپنے نورِ چشم کا عکس، اپنے بیٹے کی خیالی تصویر دیکھ رہا تھا، اُس کا بیٹا حسین اور صحت مند بیٹا، چوڑا چکلا سینہ پھلائے اور اپنے مضبوط بازو پھیلائے اس کے

استقبال کے لئے گرمجوشی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

لیکن دُمدار تارے کے ٹوٹتے ہی اس کے خیالات کا تانتا ٹوٹ گیا۔ امیدوں کی منور شمع جھلملا اٹھی، عکس دھندلا اور نگاہوں میں بیٹے کا تصور ماند پڑنے لگا اس کا دل بے چینی سے دھڑک اٹھا۔

اے خالقِ ارض و سما! میرے دل کی دھڑکن برقرار رکھ!

اے معبود! ــــــ میری آنکھ کا تارا منور!

اے کردگار! ــــــ میرا چراغ روشن رکھ!

دم دار تارا فضا کی سیاہی اور رات کے سناٹے میں جذب ہو چکا تھا بیٹے کا تصور ماند ہو کر رفتہ رفتہ نگاہوں سے معدوم ہو گیا۔

سہیل کا رنگ فق ہو گیا ــــــ

وہ استادِ زمانہ، وہ کامل انسان اپنے وطن شہر یمن پہنچے اور اپنے بیٹے سے ملنے کے اشتیاق میں رات بھر کروٹیں بدلتا رہا۔ حتیٰ کہ لیلائے شب نے اپنی سیاہ چادر اتار دی۔ وہ اپنے احساسات پر ایک غیر معمولی بوجھ اور اپنے اعصاب پر ایک غیر فہم تکان لئے ہوئے کوہِ مرمر کی چوٹیوں پر چڑھنے لگا۔ دارالعلوم کی بالائی منزل پر جو مرمر کی انتہائی بلندیوں پر واقع تھی جہاں وہ ان دنوں نفسیات پر آخری تقار کر رہا تھا۔ اس منزل کا راستہ بہت پُرپیچ اور دشوار گذار تھا۔ دونوں طرف مرمر کی بلند چٹانیں تھیں، شفاف اور ستھری، سپید اور چوڑی چکلی، وہ تیز گامی سے چلا جا رہا تھا۔ معاً اس کی نگاہ ایک مستطیل چٹان پر پڑی جس پر سرخ حروف دمک رہے تھے۔

میرے محترم، میرے قبلہ،

ایک آوارہ دیار، ایک مسکین ولاچار، ایک مجبور وبیکس عاجز وناتواں بے یار و مددگار، ایک غریب الوطن اس عالم متبحر کی بارگاہ میں ایک سوال لے کر آیا ہے للّٰہ اسے ہراساں نہ کیجیے؟ بلکہ جواب دے کر تسکین بخشئے۔

"اگر عشق انسان میں سرائت کر جائے اور اس کی قوت فکر اور شعور کو پراگندہ کر دے تو وہ مسکین کیا کرے؟" "دور افتادہ"

سہیل ایک لحظہ کے لئے ٹھٹکا، رُکا، ایک اچٹتی ہوئی نگاہ مکتوب پر ڈالی، جائزہ لیا اور محسوس کیا کہ اس تحریر کا راقم ایک نوجوان ہے، جو آتشِ عشق میں جل رہا ہے اور فراقِ یار میں تڑپ رہا ہے، جو بے خودی اور عالم جنون میں دربدر کی خاک چھانتا، پیہم صعوبتیں برداشت کرتا ایک طویل عرصہ کی صحرانوردی وبادیہ پیمائی کے بعد اس غیر آباد اور دور دراز مقام پر محض تسکین حاصل کرنے کی غرض سے آیا ہے۔

قریب کی وادی سے اس نے ایک تازہ اور سبز شاخِ گل کو قلم کیا اور مرقومہ بالا کے نیچے لکھ دیا:۔

اے ناعاقبت اندیش اور مدہوش انسان!

ہم نے محسوس کیا، جنون اپنی کارفرمائیوں کے ساتھ تجھ پر مسلط ہے، تیری تحریر نے ہم پر واضح کیا کہ یہ مضمون تو نے اپنی انگلی کو تیز چاقو سے تراش کر رقم کیا ہے، اور خون کے چمکتے ہوئے ذرات نے غمازی کی کہ اس کا راقم نوجوان ہے: ایک ایسا نوجوان جس کا شعور مفقود ہو چکا ہے، جس کی عقل ماؤف ہو چکی ہے،

لازم ہے کہ تو اپنے محبوب کی یاد سے کنارہ کش ہو اور آہستہ آہستہ اس

کے خیال کو، اس کے تصور کو اپنے ذہن کے پردوں سے نکال دے۔

دوسرے دن صبح حسب معمول سہیل جب اسی راہ سے گذر رہا تھا تو اس نے برابر کی چٹان پر ایک اور مرقومہ دیکھا۔

"اے محرم راز، غیب آشنا نورانی بزرگ!

کس طرح اپنے حبیب کی یاد اپنے ذہن اور دل سے نکال دوں جبکہ اس کی یاد سے فرصت ہی نہ ملتی ہو؟

یہاں تک کہ اس کا خیال اتنی مہلت بھی نہ دے کہ میں کچھ اور بھی سوچ سمجھ سکوں۔ (ایک درماندہ)

سہیل نے پڑھا۔ اور متذکرہ بالا کے نیچے لکھ دیا۔

"اے مخبوط نوجوان!"

"محبت نے تیرے حواس گم کر دئیے ہیں، عشق نے تجھ پر بیخودی اور جنون طاری کر دیا ہے، لازم ہے ردِ عمل کے طور پر اس کی یاد کو آہستہ آہستہ بھلاتا رہے اور تا بہ مقدور اس کے تصور سے گریز کرے، حتیٰ کہ اس کا خیال خانۂ دل سے نکل جائے۔"

تیسرے دن جب اسی مقام سے گذر ہوا تو اس نے متصل چٹان پر ایک اور مکتوب دیکھا۔

اے میرے مخلص کرم فرما!

آپ کے کلمۂ ہدایات میرے زخموں پر نمک پاشی کر رہے ہیں، جس کے اعصاب پر ذہن تخیل اور دل و دماغ پر ہر لمحہ اپنے محبوب کا تصور غالب رہتا ہو اور

Taj Tahir Foundation

جو ہر وقت مضطرب رہتا ہو، اور ہر گھڑی اپنے حبیب کا منتظر۔ جو اپنے حبیب سے ملنے کے اشتیاق میں، صبح کا خیر مقدم رات بھر جاگ کر کرتا ہو اور پھر صبح ہی سے شام تک بے چینی سے انتظار کرنے لگتا ہو، کس طرح اس کے خیال کو اپنے ذہن اور دل سے نکال سکتا ہے جب کہ سوائے اپنے حبیب کے اسے کچھ یاد ہی نہ رہا ہو۔"

سہیل نے پڑھا اور مندرجہ بالا کے نیچے لکھ دیا۔

"اے فاضل نوجوان! تیری طرزِ تحریر اور ادب و آداب سے آگاہ کیا کہ تو کسی اعلیٰ قبیلے سے متعلق ہے،

ہم نے محسوس کیا کہ تو آدابِ جنون سے بخوبی واقف ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ تو آتشِ عشق میں پھنک رہا ہے۔

ہم جانتے ہیں یہ ایک جذبۂ بے اختیاری ہے جس کو تو نے لاشعوری طور پر قبول کر لیا ہے اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا تصور تیرے دماغ سے نکلنا سہل نہیں وقت طلب ہے اور یہ کہ اسے بھول جانا تیرے بس کا کام نہیں،"

لیکن اے فرزند! کوئی امر ایسا نہیں جو غیر ممکن ہو۔

اگلے دن اس سے اگلی چٹان پر اس نے ایک اور مضمون دیکھا۔

"ہر چند کہ میں نے اس کے خیال سے دور رہنے کی کوشش کی، جتنا میں نے اسے بھلانا چاہا اتنی ہی اس کی یاد میرے ذہن میں پختہ اور دل پر نقش ہوتی گئی اب میں فراقِ یار میں مثلِ ماہیِ بے آب تڑپتا ہوں، میرا مضطرب قلب تسکین کے لئے بے چین و بے اختیار ہے، میری پامال حسرتیں تسکین کے لئے روتی ہیں،

میری پیاسی آرزوئیں تکمیل کے لئے بے تاب و بے قرار ہیں، میری مجروح رُوح سکون کے لئے فریادی ہے، میرے جنون کو اب تابِ ضبط نہیں، اب میں صبح و شام میں کوئی تمیز نہیں کر سکتا، ________ باوجودیکہ میں اپنی حالت پر نازاں کیفیت پر مطمئن اور اپنے احوال پر خوش ہوں "

سہیل نے پڑھا اور پڑھنے کے بعد اس کے نیچے لکھ دیا :-

اے غفلت شعار اور جنونی!

تو نے احساسات کا سہارا لے کر، تخیل کی مدد سے تصورات کی دنیا میں خود ہی ایسی رنگین اور سنگین عمارات تعمیر کرلی ہیں، جو اب تیرے ذہن میں ہر لحظہ اُجاگر رہتی ہیں، ذرا غور تو کر تُو خود ہی محبت کے حسین تانے بانے بنتا گیا، لیکن کیا تو نے کبھی سوچا کہ تیرا حبیب تیرے احوال اور تیری ان ذاتی تخلیق کردہ دنیاؤں سے قطعاً ناواقف ہے؟"

اے نوجوان! اپنی بربادی کے مزید سامان نہ پیدا کر۔

اپنے پراگندہ شعور کو قابو میں رکھ، اور اپنے ان خام خیالات سے باز آ،

اے آشفتہ سر! خرد سے کام لے، ورنہ یاد رکھ تیری مدتِ زیست تجھ پر بار اور تیری زندگی تیرے لئے اجیرن ہو جائے گی۔

اے گم کردہ راہ! اقتضائے وقت ہے کہ اپنے رجحان کو اب معبودِ حقیقی کی طرف مبذول کر، تیری روحِ مضطر میں روحانیت جھلملا اُٹھے گی، تیرا قلبِ مجروح ایمان کی شمع سے جگمگا جائے گا۔

اٹھ! غفلت کے پردے کو چاک کر اور اپنی محبت کو اس خلاقِ دوعالم کی

یاد میں صرف کر جس کو تو بھول چکا ہے۔

بھول جا، اپنے ماضی کے رنگین خوابوں کو، عبادتِ الہٰی میں مشغول ہو، اور اپنی تمامتر توجہات اپنے خالق کی طرف منعطف کر دے۔

تیرے قلب کو اطمینان، روح کو مسرت اور طبیعت کو سکون میسّر ہو گا

اگلے دن اس سے اگلی چٹان پر اس نے ایک اور نوشت دیکھی۔

"اے عابد!

بلا ریب میں بھی عبادت کرتا ہوں اس زندہ پیکر کی، اس حُسن لازوال کی جس کے خط و خال میں کائنات کی حیات جذب ہو کر رہ گئی ہے، جس کی نبضوں میں کل عالم کا دل دھڑک رہا ہے۔

اے زاہد!

خشک نظروں سے نہ دیکھ، وسعتِ نظری اور فراخ چشمی سے کام لے دیکھ کہ میرے سجدے بارگاہِ حُسن میں مچل رہے ہیں، سُن کہ میرے نالے اذانِ عشق ہیں، اور میری سرد آہیں، درود الفت! دیکھ! میرے ہونٹ اپنے حبیب کی یاد میں مدح خواں ہیں اور میرا دل اپنے محبوب کی یاد میں تسبیح خواں!

میرا سر ہر وقت نگوں اور میرا جسم اس حُسن مجسّم کے حضور میں ہر وقت حالتِ رکوع میں رہتا ہے، میری نمازیں اب کسی کے تصور کیلئے وقف ہو چکی ہیں۔

اے ساجد!

میں بھی سجدہ ریزی کرتا ہوں، اس ذاتِ گرامی کے حضور میں اس حُسنِ لازوال کی خدمت میں، جس میں کہ میری زندگی کی کل دھڑکنیں سما گئی ہیں، میں

بھی پرستش کرتا ہوں اس زندہ بت کی، جس نے مجھے بہت کچھ دیا، لیکن سب کچھ لے لیا۔

اے ناصح! مجھے اب درد و کرب میں لذت، اضطراب میں خوشی اور بے چینیوں میں مسرت محسوس ہونے لگی ہے اور مصائب و آلام، آرام و آسائش کا احساس ہی مٹتا جا رہا ہے۔

بس ایک آگ ہے، ایک دہکتی ہوئی آگ، ایک سلگتی ہوئی بھٹی، جو خانہ دل میں شعلہ فگن ہے، جس کا مداوا چاہتا ہوں اور جس کے علاج کے لئے ایک دور دراز مقام سے حاضر ہوا ہوں"

اے طبیب زمانہ! اگر ممکن ہو سکے تو جلد چارہ گری فرما! میری بے بضاعتی پر نہ جا، میری کم مائیگی پر غور کر، میری ناداری اور لاچاری کو دیکھ، میری حالت کو پیش نظر رکھ، للّٰہ انتظار کو زیادہ وسعت نہ دے۔

خدارا میری وحشتوں کو دیکھ، میری عاجزی اور بے کسی کو دیکھ، میرے زخموں میں مزید اضافہ نہ کر، میری بے کلی کو زیادہ طول نہ دے کہ اب مجھ میں آتشِ فراق کی تاب نہیں۔

اے استاد زمانہ! جلد کوئی فیصلہ صادر فرما کہ اب مجھ میں اس آگ کی برداشت نہیں، اس جہنم کی سہار نہیں جو میرے خانہ دل میں مقیم ہے، جس کی آنچ اور تپش نے میری روح کو سوختہ، جس کی حرارت اور تمازت نے میرے جسم کو سکھا دیا ہے

(داد خواہ)

سہیل نے پڑھا اور پڑھنے کے بعد دریائے فکر میں غوطہ زن ہو گیا حتیٰ کہ

سورج مغرب کی تہہ میں چھپ گیا، شام ہوگئی اور شام سے رات۔

ان دنوں قمر در عقرب تھا، چاند برج عقرب یعنی برچھک میں آیا ہوا تھا، آسمان کے آٹھویں بُرج میں۔

رات ویران اور خوفناک تھی، اندھیری اور خاموش، سنسان اور دہشت پرور، گیدڑوں کی منحوس آوازیں گھاٹیوں کی پُرسکوت فضا میں مرتعش تھیں، لیکن وہ سوچ رہا تھا، غور کر رہا تھا۔ اور خرد کی گتھیاں سلجھا رہا تھا، ایک ایسا استاد جو نفسیات کا بہترین ماہر یکتائے روزگار اور طبیب مانا تھا، آج لاجواب تھا، وہ ایسے مرض اور مریض کے لئے کوئی نسخہ تجویز نہ کر سکتا تھا، وہ زمانہ شناس رنگ آشنا انسان، مکمل انسان، گو جس کو مشیت میں تو دخل نہ تھا مگر مستقبل میں پیش آنے والے حادثات کا ایک حد تک اندازہ ضرور رکھتا تھا، اس کا رنگ آج بگڑ رہا تھا، چہرے پر اضطراب کی شکنیں نمایاں تھیں اور ایک غیر فہم کرب بے چینی نے اسے نیم لبسمل بنا رکھا تھا۔

یکایک اس کے چہرے پر سکون کے آثار نظر آنے لگے لیکن جلد ہی پلکیں بھیگ گئیں، اس نے کپکپاتی ہوئی انگلیوں میں شاخِ گل کو سنبھالا اور متذکرہ تحریر کے نیچے لکھا۔

"اے فاتر العقل! تیرا جنون انتہائی نقطہ پر پہنچ چکا ہے اے نوجوان! ہم نے جانا، دنیا تجھے راس نہ آئی، تیرا مرض علاج کی حد سے گذر چکا ہے، ان حالات میں صرف موت ہی سکون اور تسکین بخش سکتی ہے، اس سے بہتر کوئی دوسرا علاج نہیں"

رات کی اداسی بتدریج بڑھ رہی تھی اور سیاہی اور گہری ہوتی جا رہی تھی صبح اسے نفسیات پر آخری تقریر کرنی تھی، آخری اور اختتامی تقریر، اس کے بعد اسے دارالعلوم سے سند ملنی تھی۔

وہ اٹھا اور آج کی تقریر کے لئے منتشر خیالات اور اپنے گمشدہ حواس کو جمع کرتا ہوا سوئے مکتب چلا۔

اور جب حصولِ سند اور طلبا سے آدابِ رخصتی کے بعد سہیل نے مکتب سے نکلتے ہوئے پہلا اور آخری قدم اٹھایا تو اس نے دیکھا دارالعلوم کی سیڑھیوں کے قریب سنگریزوں پر ایک صحت مند نوجوان کی لاش خون میں غلطاں پڑی ہے جس نے سنگ مرمر کے نکیلے اور سخت پتھروں سے سر پٹک پٹک کر خود کو ہلاک کر لیا ہے۔

اس کا داہنا ہاتھ زخمی تھا، تمام پوریں تراشی ہوئی تھیں کل انگلیاں بریدہ تھیں، جن پر خون کے لختے جمے ہوئے تھے۔

ناگاہ اس کی نگاہ اوپر اٹھی، قریب کی بلند چٹان پر ایک خونی تحریر تھی،

"اے صاحبِ علم و کمال!

تیرے مخلص مشورے کو ہم نے اپنی مجبوریوں کے سائے میں دیکھا، پرکھا ان پر غور کیا اور بخوشی تیری نصیحت پر عمل کیا۔ تجھ کو تیرا علم و مرتبہ مبارک ہو! امیر زادوں کو ان کی دولت و ثروت اور شانِ امارت مبارک ہو،

بے وفا حسینوں کو اُن کا دلربا حُسن مبارک! اور مجھے صرف اپنے پیارے حبیب کی حسین یاد!

اے مشفق ناصح! تجھے میرا آخری سلام پہنچے، میرا بیکل دل تیرا احسان مند ہے۔ میرے دھڑکتے ارمان اور میری تشنہ آرزوئیں تیری شکرگذار ہیں، میری بے تاب تمنائیں اور میرا مجبور ذہن تیرا ممنون ہے میری روح ہر وقت اپنے محبوب کی یاد میں مصروف رہے گی، میرے بے تاب نالے ہردم فضا میں گونجتے رہیں گے، لیکن میری سرد آہیں ہر روز تیرے استقبال کے لئے فضا میں بھٹکتی پھریں گی۔

اے مسیحائے زمانہ!

تو نے مجھے ایک نئی زندگی عطا کی، ایک حیاتِ جاوید بخشی، ولے قسمت! میں اس درجہ نادار و لاچار ہوں، کہ وقت رخصت تیری خدمت عالی میں ہدیۂ تشکر بھی نہ پیش کر سکا۔

بہرکیف! اے غم خوار، تیری غمگساری کا شکریہ!!

اے شریکِ درد! تیری دردمندی کا شکریہ!!

اے دست گیر! تیری عنایت کا شکریہ!!

اے میرے مشفق چارہ گر، گر تیرا رُخ شہر دمشق کی طرف ہو تو وہاں کے سنگین محل کی اونچی دیواروں سے مخاطب ہونا اور کہنا:۔

اے شاہزادیٔ دمشق تیرے محب کا شیشۂ دل چکنا چور اور جگر کباب کباب ہو گیا تھا۔ تیری یاد نے اس کی دنیا آباد کی لیکن تیری بے وفائی نے اُسے برباد کر دیا، اس نے تیرے فراق میں کوہِ مرمر کی سخت چٹانوں پر مثل ماہیٔ بے آب تڑپ تڑپ کر جان دیدی، اور تیرے لئے آخری پیغام بھیجا ہے،

اے شاہزادیٔ حسن و جمال اور اے قتالۂ محب!

تجھے میرا آخری سلام پہنچے، تیری ایک ایک ادا میرے لئے قضا کا پیغام لاتی رہی گو ہمارے جسم ایک دوسرے سے دور رہے لیکن ہماری روحوں کو اتصال ضرور میسر ہوگا۔

اے کاش! تو میرا زخم جگر دیکھتی اور میں تیرا تیر نگاہ!

اے ثانیٔ الیاس! اے خضر راہ! اگر تیرا گذر ایک مقام سے دوسرے مقام پر، ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں، ایک شہر سے دوسرے شہر میں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں ہو تو وہاں کے عشاق کو ایک مقام پر جمع کرنا اور کہنا:۔

اے عاشقوں کی جماعت! تمہارے ایک ہمعصر نے جس نے دنیا کے سب سے بڑے دار العلوم کے قریب کوہ عرعر کی برفانی چوٹیوں میں عشق کی آگ میں جل کر جان دے دی، تمہارے لئے ایک پیغام بھیجا ہے۔

خدارا خود پر رحم کھاؤ۔ اپنے احساس کو قابو میں رکھو اور اپنے جذبے کی محبت اور یاد کو تنفر سے بدل دو، ورنہ شدتِ احساس تمہاری عقل و شعور کو جنون سے بدل دے گی۔ تمہیں ہلاک کر ڈالے گی۔

اے عشاق دہر! عشق ایک مرض لاعلاج ہے۔

یہ سودا ہے، جنون ہے، ایک وہم ہے، جس کا کوئی علاج نہیں کوئی دوا نہیں، کوئی مداوا نہیں، للہ اس سے اجتناب کرو، یہ وہ مرض مہلک ہے جس میں نشتر مژگاں سے روح مجروح اور سوزشِ حسن سے جگر کباب کباب ہوتا ہے، اس منزل میں کچھ ایسے بھی مقام آتے ہیں جب سینہ نگارِ غم آہ

Taj Tahir Foundation

کی سختی سے پھل جاتا ہے اور انسان مثل ماہیٔ بے آب تڑپتا ہے، پس تم کو لازم ہے اپنی زندگی کی قدر کرو، اور خود کو مبتلائے افتاد نہ کرو۔

اور اے میرے محسن، میرے ماجد! اگر تیرا رُخ شہر یمن کی طرف ہو تو وہاں کے سردار کی زوجہ صابرہ بنت الصابر یعنی ام المحب سے کہنا:۔

اے مادرِ محب! تیرے فرزند نے ایک بزرگ کے حکم کی تعمیل کی، اور بڑی بے کسی اور درماندگی کے عالم میں سر ٹیک ٹیک کر اور مثلِ مرغِ نیم بسمل پھڑک پھڑک کر جان دی ہے۔

"ایک کشتۂ الفت اور تیرا ممنونِ کرم"

سہیل پر بجلی گر پڑی۔

وہ یمن کا سردار تھا، صابرہ بنت الصابر اس کی زوجہ تھی۔

اس کے حواسِ خمسہ گم ہو گئے، آگے بڑھا اور نوجوان کے چہرے کو بہ نظرِ غائر دیکھا۔

اپنا خون جھلکتا دکھائی دیا اور اپنا عکس نظر آیا۔

"میرا چراغ!"

سہیل کے کلیجے سے ایک ٹیس اور دل سے ایک جگر خراش آہ نکلی۔

کلیجہ منہ کو آ گیا آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا، سیارے تیزی سے گردش کرنے لگے، نظامِ فلکی آپس میں ٹکراتے ہوئے محسوس ہوئے۔ تصورات کی دنیا میں ایک عظیم زلزلہ برپا ہو گیا، خیالی قلعہ ریت کے ٹیلوں کی طرح دب گئے۔

Taj Tahir Foundation

امیدوں کے سہانے نگاہوں کے سامنے کچلے نظر آئے، جگر شق ہو گیا، دل دھڑکا اور بہت زور سے دھڑکا، کائنات کا کل ہنگامہ اور سب بے تابیاں لئے ہوئے نہایت بے ربطی سے، بڑے اضطراب اور بے چینیوں کے ساتھ، گویا سینے کا حصار توڑ کر باہر نکل پڑے گا۔

قلب کی رگیں یک لخت ایک صدمے سے اندر کی طرف سمٹیں اور پھر ایک غیر معمولی جھٹکے سے تھرتھرا کر بیرونی اطراف میں پھیل گئیں۔

سہیل کا چراغِ حیات بجھنے لگا، اور یک دم بھڑک کر پھر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

سہیل دنیائے علم و ادب کا وہ روشن اور زرین ستارہ جو شہر یمن سے طلوع ہوا تھا۔ کوہ قمر کی نورانی وادیوں میں گم ہو کر رہ گیا۔

Taj Tamir Foundation

آہ نیم شب

میرے محبوب!

ترک محبت کے باوجود میرا دل تیری یاد میں اکثر لہو رویا کیا۔

شب کی سیاہی اور رات المناک سکوت گواہ ہے، کہ میرے قلبِ مضطر کی دھڑکنیں ستاروں کی چشمک زنی سے کہیں سوا رہی ہیں۔

قسم ہے اُس معبود کی جس نے تیرے جسم خاکی میں حُسن کی رنگین رُوح پھونکی، اور ملاحت کو سنوارا۔

جس قدر بھی میں نے اپنی زندگی میں تیری حسین اور مخمور آنکھوں کو اہمیت دی، اُسی درجہ تو نے مجھ سے آنکھیں پھیر لیں ——

نگاہیں بدل لیں۔

جتنا میں نے تیرے حُسن کو سراہا ——،

—— اتنا ہی تیرا سرِ غرور بلند ہوا،

—— اور تغافل کمال کو پہنچ گیا۔

Taj Tahir Foundation

او مخمور چشم!

بخدا تو اور تیری سرمہ بھری آنکھیں رحم سے خالی ہیں۔

تو نے میرا سکون اور راحت چھین کر مجھے ایک عظیم اضطراب،

——— اور دردِ لازوال بخشا۔

میرے ہونٹوں سے ہنسی چھین کر مجھے ایک کرب اور بے چینی عطا کی۔

——— جس میں کہ میں ہر لمحہ تڑپتا ہوں۔

میں نے یہ سب کچھ بہ خوشی قبول کیا۔ لیکن اس کے عوض، اس کے معاوضے میں تو نے صرف اپنا حسین چہرہ دکھانا بھی پسند نہ کیا۔

اے آہو چشم! بخدا تیری سیاہ فام آنکھیں تیرے قلب کی آئینہ دار ہیں۔

——— سنا تھا، پڑھا تھا، حسین سنگدل ہوتے ہیں۔

اب آزما بھی لیا۔

او سرو قد!

بہ خدا تیرے فضائل کی مدحت، حسن کی ستائش اور ملاحت کی تعریف تابہ حیات بھی کروں تو کم ہے۔

اپنی افتاد کے تذکار اور تیری جفاؤں کی صرف تمہید ہی گر مدت العمر تک رقم کرتا رہوں تو بھی تشنہ رہے گی۔

مت بھول، وہ وقت دور نہیں، جب لوگوں کی زبان پر میرے تیرے چرچے ہوں گے۔

جب اہل قلم میرے تیرے فسانے رقم کریں گے۔ اس وقت تیرے

Taj Tahir Foundation

غرور اور مسرت کی انتہا نہ رہے گی

لیکن۔ قسم ہے اپنے جذبہ الفت کی۔ اس وقت تیرا دل بھی میری یاد میں بے چین ہو گا۔

—— تیری نگاہیں مجھے ڈھونڈیں گی۔

—— خلا میں چاروں طرف گھومیں گی۔

—— اور پھر مایوسی سے جھک جائیں گی۔

اس وقت تیری حسین آنکھوں کے گلابی ساغر سے دو دُرِ آبدار ٹپکیں گے۔ اور میرے جذبۂ خلوص میں جذب ہو جائیں گے۔

حُسن اشکبار ہو گا اور دنیا مصروفِ تضحیک اب عشق گریاں ہے اور حُسن خنداں۔

اے مرکزِ حُسن!

اے غیرتِ ماہ! تو نے مجھ پر مصائب و مشکلات کے پہاڑ ڈھا دیئے۔ تیرے باعث میری زندگی اجیرن بن کر رہ گئی۔

لیکن افسوس۔ تیری ستم کاریاں اور جفا شعاریاں کسی عنوان ختم نہ ہوئیں۔

اے دل آزار! تیری بڑھتی ہوئی مصروفیات نے مجھے بے چین فرصتیں عطا کیں۔

اے ستم ایجاد! بتا کہ تو نے اب کون سا نیا ستم ایجاد کیا ہے؟

Taj Tahir Foundation

یاد رکھ! کہ مجھ پر اب گردشِ دوراں کا کوئی اثر نہ ہوگا۔
—— اس لئے کہ میں نے تیری نگاہوں کے فریب کھلے ہیں۔
اے ہمدم! غم میری حیات میں اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ
جذب ہو چکا ہے۔
—— اب یہ ہی میری زیست کا سہارا، اور یہ ہی میری زندگی کا آسرا
ہے۔

اے ہمنفس!
ذرا سوچ، ذرا غور کر! کہ میرے خلوص، محبت اور اُلفت کے عوض
تو نے مجھے کیا عطا کیا؟
—— انتظار، اضطراب، وحشت، سراسیگی اور سب سے سوا
رنج و آلام، تفکّرات و غم۔
تیرے یہ ہی عطیات میرا سرمایہ حیات ہیں۔
اور تیری یہ ہی عنایات میرے لئے گنجینۂ آفات،
—— باوجودیکہ! میں خود سے اکثر بے خبر رہتا ہوں۔
لیکن! بخدا تجھ سے کبھی غافل نہ رہا۔
اے نا آشنائے الفت! ایثار میرا شیوہ ہے اور وفا
میرا شعار۔
—— برعکس اس کے جور و ستم تیری عادت ہے اور ظلم
تیرا دستور!

صد حیف! تو نے سب سے زیادہ اذیت اس کو بخشی جس نے
کہ تجھے سب سے زیادہ چاہا۔

وائے حسرت، صد افسوس! تجھ سے شکایت کس منہ سے کروں
جب کہ میرا دل بھی میرے قبضہ میں نہیں۔

—— یہ متلون مزاج تیرے قبضے میں ہے میرے کہنے میں نہیں۔

اے سرد مہر! تنہا روی کے باوجود اخفائے راز غیر ممکن ہے۔
دوست بدگماں ہیں، غیر خنداں، عزیز مشوش اور میں متوحش۔

—— لوگ میری حالت متغیر سے محظوظ و مسرور ہوتے ہیں۔

بخدا! تیرے حسن نے میرا عرصۂ حیات مجھ پر تنگ کر دیا۔

او ستم شعار! دیکھ کہ میری زندگی میں غم کی تیز آندھیاں چل رہی ہیں
میرے نشیمن کو چاروں طرف سے تاریکیوں نے گھیر لیا ہے۔

—— آ! اور اپنے حسن کے شراروں سے اس میں
چراغاں کر دے۔

اپنے برقِ حسن کی کار فرمائی دکھا کر میرا خرمنِ حیات پیہم اشکباری
اور گریہ و زاری سے نمناک ہو چلا ہے۔

اے دلِ آزار! دیکھ۔؟ کہ میرے دلِ ویران کی وسعتوں میں
حسرتیں بس گئی ہیں۔
آرزوئیں دم توڑ رہی ہیں۔

Taj Tahir Foundation

آ کہ اب بارِ غم سے دل نڈھال ہے۔

——اور چشمِ پُرنم سے گلابی اشک رواں۔

شاید کہ وہاں زخم کھل گئے ہیں۔

آ اور اپنی زلفوں کے سائے میں،

اپنی سُرمگیں آنکھوں کی نیکیلی اور دراز پلکوں سے نمک پاشی فرما؟

آ اور شتاب آ! —— وگرنہ یاد رکھ کہ میری محبت اور یاد تیرے حلقوم نازک میں ہچکیاں بن کر اُٹھا کرے گی۔

اے شعلہ رُو! میرے کلیجے میں ناسور اور دل میں چھالے پڑ گئے ہیں——

آ! اور سوزشِ حُسن تپشِ جمال سے انہیں مندمل فرما وگرنہ یاد رکھ مجھ خستہ جگر کے پُر درد نالے، عرش کے کنگورے ہلا دیں گے۔

مجھ دل جلے کی آہ پر سوز تیرے حُسن کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔

اے دیوانہ گر! میرے حالِ غیر کو دیکھ۔

——کہ غمِ فرقت کی بڑھتی ہوئی شدت دیکھ کر اب موت نے بھی مجھ سے مُنہ موڑ لیا۔

او وعدہ فراموش! ذرا غور کر کہ تیرے وہ عہد و پیمان جو تو نے میرے خلوص کے ساتھ کیے تھے۔

——کیا ہوئے؟

Taj Tahir Foundation

اور جفا شعار! میری وفائیں اب بھی تیری جفاؤں کی منتظر ہیں۔
آ کہ اب مجھ میں تابِ ضبط نہیں ــــ
آہ و بکا پر قابو نہیں ــــ،
اور ضبطِ گریہ ممکن نہیں ــــ،
آہ۔ تو اُس سے جُدا ہے جو تجھے دِل سے پیار کرتا تھا۔
اور سرِ مہر! اٹھا ماضی کے رنگین پردوں کو ــ ؟
دیکھ! کہ میرے تیرے مراسم کس درجہ خوشگوار تھے۔
ــــ اس وقت ــــ جبکہ میری حرکات و سکنات، طور طریق نے تجھ پر محبت کا اعلان نہ کیا تھا۔
اور آج ــــ؟
آج تو کس قدر بے مہر اور بے مروت ہے۔
قسم ہے اس کردگار کی جس نے مجھے اور تیرے حُسن کو تخلیق کیا ہے۔
تیرا ناز میری بڑھتی ہوئی محبت سے ہے!
تیرا غرور اور سرکشی میری بے پناہ الفت سے ہے۔
تیری خود سری اور خود پسندی میرے جنون سے۔
تیری عظمت اور برتری میری کمتری اور تباہی سے۔
تیری نخوت میری اخوت سے۔
تیری دوری اور نامیسری تمنائے قرب اور خواہشِ وصال سے۔

Taj Tahir Foundation

ستم ! کہ میں نے اظہارِ محبت کر کے تجھے خود سے دُور کر دیا۔
میری اشکباری نے تجھے بے حس۔
خواہشِ قدمبوسی نے مغرور۔،
ذوق سجدہ نے متکبر۔
شوقِ بندگی نے تمدّن بنا دیا۔
لیکن ! میں جانتا ہوں، سمجھتا ہوں ـــــ جس دن کہ میں اپنے
ارادے پر ثابت ہو گیا۔
چٹان کی طرح مضبوط اور پہاڑ کی طرح اٹل۔
تیرا متکبر حسن اور پُر غرور پیکر میرے قدموں سے قریب تر ہوگا۔
باوجودیکہ میں تیری سمت تیزی سے بڑھ رہا ہوں۔
بھاگ رہا ہوں۔
نہ جانے تیرے پیکر میں حُسن کی کونسی کششیں سما گئی ہیں ؟
غلط !
صرف میرے احساسات اور محسوسات نے تیرے جمال کو
قبول کیا۔
محض میرے ہی دل نے تجھے حسین تسلیم کیا۔
ستم ! کہ میرے ہی قلب نے تیرے جسدِ خاکی کو
اہمیت دی۔
بخدا ! تیرے حسن کی عظمت میرے دل کی دھڑکنوں سے ہے۔

محض میرے دل سے، صرف میرے محسوسات سے۔
واللہ! کہ حُسن بذاتِ خود کوئی شے نہیں۔
صرف دل ہے۔
ـــــ جو محسوسات کے زیر اثر، احساسات کے توسّل سے
ایک خام شئے کو بھی اہمیت بخشتا ہے۔
میں نے خود کو تجھ میں جذب کر دیا ـــــ،
تیرا حُسن مجھ میں سما گیا۔
میں سب کچھ کھو کر سب کچھ بھول گیا۔
ـــــ سوائے تیرے مجھے کچھ یاد نہ رہا۔

تیرے خد و خال میرے لوحِ دماغ پر منقّش۔
اور سطحِ ذہن پر کندہ ہو کر رہ گئے۔
میں ہر وقت، ہر لمحہ تیری یادیں بلکنے لگا۔
اور تو ـــــ؟
تو بے مروت، بے حس، سنگدل ـــــ،
ـــــ اور تیرا حسن خود پسند، مغرور اور متکبر ہوتا گیا۔
اے کاش! میں تجھ سے متعارف نہ ہوتا۔
یا تیرا حُسن میری نگاہوں میں مستور،
اور قلب کی گہرائیوں میں مرتسم نہ ہوتا۔

Taj Tahir Foundation

اے دشمنِ جاں! جب سے قلبی رشتہ تجھ سے منسلک ہوا
دنیا سے کچھ سروکار ہی نہ رہا ——،
اب دن آہ و بکا میں گزرتے ہیں۔
اور راتیں گریہ و زاری میں ——،
او بے حس!
او بے درد! ذرا غور کر ——؟ کہ میں نے اپنی مختصر سی حیات میں
—— تجھے کون کون سی تکالیف، زحمتیں اور ایذائیں پہنچائیں؟

ظاہر ہے —— کہ نہیں ——،
اور تو نے ——؟
تو نے اے سفاک! او سنگدل! اے جفا کار!
او ایذا رساں! میرے دل کو زخمی، کلیجے کو چھلنی اور جگر کو پارہ
پارہ کر دیا۔،

اس پر بھی میں تیرا شکر گذار ہوں،
کہ تو نے مجھے اضطراب کی کیفیات سے واقف ——،
—— کرب و بے چینی کی لذات سے آشنا
اور انتظار کی قیمت سے آگاہ کیا ——،
اے نامہرباں! میں ممنونِ کرم ہوں تیرا ——
کہ تو نے آہ و بکا کا سلیقہ نالہ و فغاں کا قرینہ

Taj Tahir Foundation

اور گریہ وزاری کا طریقہ بتا دیا۔

او ستم گر! ذرا چشم بینا سے دیکھ!

کہ مجھ میں اور تجھ میں کس درجہ تضاد ہے ؟

تو ظالم ، میں مظلوم ،

تو قہار ، میں مقہور۔

تو جابر ، میں مجبور ،

تو دل خراش ، میں خستہ دل ،

تو ستم ایجاد ، میں ستم رسیدہ ،

تو بے داد گر ، میں داد خواہ ،

Taj Tahir Foundation

غلط ! سراسر غلط ——— بے بنیاد !

نہ تو ستم گار ، نہ میں ستم زدہ ،

نہ تو ستم شعار ، نہ میں ستم دیدہ ،

نہ تو سفاک ، نہ میں لاچار ،

نہ تو جفا کار ، نہ میں آفت رسیدہ ،

نہ تو آشوب روزگار ، نہ میں برگشتہ بخت ،

نہ تو دشمن جاں ، نہ میں مجبور ،

صرف احساس ، خلل دماغ ، پاگل پن اور جنون ،

محض قلبی محسوسات ——— احساسات ——— ،

حُسن .... فریبِ نظر،

محبّت .... کمزوریٔ فہم،

عشق .... خللِ دماغ،

Taj Tahir Foundation

رقیب سے خطاب

میرے رقیب !

تیری ذاتِ پُر صفات فی الحقیقت قابلِ احترام اور واجب التعظیم ہے

اس لئے کہ جسے میں چاہتا ہوں اُسے تو محبوب ہے ،

خوش باش !

اے یارِ نجت ،

تو صاحبِ اقبال ہے ۔

خوش نصیب اور نیک اختر ۔۔۔

مُبارک باد !

خوش ہو کہ جس کی پا بوسی کی میں تمنا کرتا تھا ۔

۔۔۔ وہ آج تیرے گلے کا حسین ہار ہے ،

بلا ریب تو کامیاب ہے ،

۔۔۔ لیکن میری نظر میں ناکام ۔۔۔ ،

Taj Tahir Foundation

میرے محترم!

تیری زندگی ادھوری ہی رہ گئی،

تو دنیا کے پیچ و خم سے ناواقف ـــــ، زندگی کی گہرائیوں

اور ہنگاموں سے ناآشنا ہی رہا۔

زیست کے مدوجزر تیرے افکار کو بلند نہ کر سکے،

حیات کے اتار چڑھاؤ تجھے صاحب شعور، دیدہ ور اور بالغ نظر نہ بنا سکے۔

تیرا تخیل محدود، معیار زندگی پست، اندازِ تفکر تنگ، تجربات تشنہ

اور مشاہدات ادھورے ہی رہ گئے۔

تیری زندگی پُرسکون بن کر رہ گئی۔

ـــــ یہ ہی تیری ناکامی ہے۔

سب سے بڑی خامی اور دشواریٔ حیات

اے سادہ لوح!

کامیابی کے بعد اطمینان ہے، اور ناکامی کے بعد تجسس ایک

مسلسل تلاش ـــــ،

تیری زیست سکون، مسرت، اطمینان، خرمی اور شادمانی کی حامل ہے

یاد رکھ! جو نفس تکالیف کا متحمل نہیں، وہ خوبیوں کا ہرگز حامل نہیں ـــــ،

افسوس تو مقید ہو کر رہ گیا ـــــ اور تیری زندگانی محدود ـــــ،

ایک خاموش تالاب کی طرح ـــــ،

جس کی ساکت سطح پر حباب بنتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں،

Taj Tahir Foundation

ایک دائمی سکوت، پُراسرار خاموشی اور مستقل اُداسی ——،
لہروں سے بے نیاز ——،
روانی سے نابلد ——،
صرف ایک جمود —— ، ایک سکوت ——،
جوار بھاٹے سے ناآشنا ——،
ایک قید ——،
ایک ٹھہراؤ ، اور اُداس جمود ——،
بخدا! تجھ سے برگشتہ یا برہم نہیں ——،
—— ذرا بھی چشمک اور مخالفت نہیں ،
یقین کر کہ میں تجھے حریف، مخالف یا دشمن نہیں سمجھتا ،
تو میرے محبوب کا پاسبان، محافظ اور نگہبان ہے ——،
—— اسی لئے مجھے تجھ سے اُنسیت و رغبت ہے ،
اور یہی مجھ تک تیرے تقارب کا باعث ہے ،
میں تیری دلچسپیات اور مشغولیات میں ہرگز متخلل یا دست انداز نہیں،
بخدا! میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا حامد ہوں ،
لیکن افسوس - تو انتظار کی بے چینی ، اضطراب کی کیفیت ، درد کی لذت
جنون کے احوال ، رنج و آلام کے حظ اور فراق کے کرب و بلا سے
آشنا نہ ہو سکا -
اگر کبھی، تفریح طبع یا تفنن ذوق کی خاطر ان وحشت آفرین ، پُر اضطراب

Taj Tahir Foundation

روح گداز اور لذت آمیز امور سے بخوبی واقف ہونا چاہیئے ،
تجھے لازم ہے اس وقت میری طرف رجوع ہو ——،
میں بتلاؤں گا تجھے ۔ انتظار کی گرانقدر قیمت اور مہلک کلفت ،
پوچھ مجھ سے !
میں واضح کروں گا تجھپر ۔ اضطراب کی صحیح اور ہوش ربا کیفیات ——،
میں آشنا کروں گا تجھے جنون کے روح فرسا حقیقی احوال اور وحشتوں کے
ہلاکت خیز قرینے سے ——،
فراق کی جگر خراش سوزش —— اور جنون پرور بے کلی سے ،
درد کی اذیت ناک لذت —— اور جاں گداز آگ سے ——،
تیقن فرما ! مجھ سے بہتر کوئی دوسرا نہ بتا سکے گا تجھے ۔ اس دور میں
میرے رقیب !
تجھ پر میری جان فدا ہو ۔
—— کہ تو میرے حسین محبوب کا خوش بخت مُحِب ہے ۔
واللہ کہ رشتۂ رقابت نے تجھے مجھ سے قریب تر کر دیا ۔
بخدا ! میں نے تیرے متعلق ایک عظیم غور و فکر کیا اور گہرا تردد ۔
اور اپنے متعلق بہت ہی کم ——،
شکر گذار ہوں کہ تو نے مجھے میری خامیوں کا احساس دلا دیا ——،
مسرور ہوں کہ اپنے محبوب کے توسل سے تجھ سے بھی ایک قلبی
رشتہ وابستہ ہو گیا ۔

Taj Tahir Foundation

خوش ہوں کہ میرا محبوب تیرے قرب سے مطمئن اور مسرور ہے،

میرے رقیب! میرا محبوب خطاؤں سے پاک ــــ،

غلطیوں سے مبرّا ــــ،

تکالیف سے بے بہرا ــــ،

زحمتوں سے ناآشنا ــــ،

اور غم سے نابلد ہے،

میں نے اُس پیکر لطیف پر اپنا خلوص نچھاور کیا ہے اور اس کے قدموں پر سرمایۂ حیات فدا،

تجھے لازم ہے اس کی دل آزاری اور احکامات کی سرتابی نہ کرے۔

وگرنہ روزِ جزا اس عدل گستر سے میں طالبِ انصاف ہوں گا ــــ،

ــــ اور تو مواخذہ دار ــــ،

اور میرے نحیف ولاغر دست میں تیرا چاکِ گریباں ــــ،

میرے حسین رقیب!

غور فرما! کہ اپنے محبوب کی لغزش پر خود ہی خطاوار بن کر عفو کا خواہاں اور معافی کا خواستگار ہوا ہوں۔

گر یقین نہ آئے تو پوچھ دیکھ ــــ؟

کیا یہ غلط ہے کہ

تیرے لبوں کی سرخی میں میری حسرتوں کا خون جھلک رہا ہے۔

تیرے چہرے کی شاداب مسکراہٹ اور شگفتہ بشاشت میں میری

تمنائیں بسور رہی ہیں ۔
تیرے قہقہوں میں صدائے گریہ اور تیری کلکاریوں میں میرے نالے
جذب ہیں ۔
تیرے اطمینان اور سکون میں میرا سوز اور اضطراب مخفی ہے ۔
لیکن بخدا میں مطمئن ہوں اس لئے کہ میرا محبوب تیرے قرب سے
مطمئن ہے ۔۔۔،
نازاں ہو کہ میرے محبوب کو تیری پُر ہنگامہ قربت پسند ہے ۔
فخر کر کہ تو اس کے گلے کا ہار ہے جس کے تصور میں بہت سی پُر حسرت
راتوں کی المناک سیاہی کاجل بنکر ان ویران آنکھوں میں جذب
ہو چکی ہے ۔
قسم ہے لایزال کی !
میری وقعت تیری گردِ پا کے برابر بھی نہیں ۔
میں خود کو ایک حقیر سنگ ریزہ سمجھتا ہوں ۔ بلکہ اس سے بھی کہیں
کم تر اور بد تر ۔۔۔،
حیف ! کچھ دیر تک خوبیٔ مقدر کی داد دیتا ،
لیکن تنگیٔ وقت نے نڈھال کر دیا ۔۔۔،
کروں کیا ۔۔۔؟
مجبور ہوں ۔۔۔،
قافلے سے بچھڑ گیا ہوں ۔

Taj Tahir Foundation

میرِ کارواں برہم ہے - اور دشمنِ جاں ،
دارالقیام دُور ہے - بہت دُور -
پا پیادہ ہوں ،
راہ دشوار ہے ،
منزل کڑی ،
ناقے کے نشان معدوم ،
پگڈنڈیاں اُلجھی ہوئی .
پا شل ہیں ،
چاروں طرف سراب ،
شاہ راہیں ویران ،
ابھی راہ میں ہوں اور شام ہوئی جاتی ہے -
اے مُرغِ سلیماں !
میرے رقیب کو جلد مژدہ نوید دے -
کہ تجھے تیری خوشیاں اور مسرتیں مبارک ہوں -
اور مجھے اپنی حسرتیں ، ناکامیاں اور جنوں سلامت !
میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا عیش اور مسرتیں غم سے بدل گئیں -
اور میری تمام تر امیدیں موت سے وابستہ ہو کر رہ گئیں -

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

تیرے بغیر

زندگی اپنے مرکز سے ہٹ کر آنسوؤں میں سمٹ آئی ہے :
—— شب و روز اس طرح بسر کئے ہیں جیسے کوئی کند چھری سے
آہن کاٹتا ہو !
زندگی پریشان ہے —— تلخ اور اجیرن ——،
کائنات کا مزاج بدل گیا ہے -
فضا میں اُداسی ہے -
—— خلا میں چبھن ——، اور
—— وقت کی رفتار میں ٹیسیں ——،
شب کی آمد قیامت ہے -
فلک کا پہلا ستارہ کلیجے پر نوک سناں معلوم ہوتا ہے -
—— شمعِ مُراد گُل ہو کر رہ گئی ہے -
اور زیست پر تاریکئ اجل چھا لے گئی ہے -

Taj Tahir Foundation

ستاروں کی دمک ماند ہے۔۔

شامیں اداس ہیں اور راتیں ویران ——

یہ ماہتابی کی جوان راتیں اور بہار کے پُر شباب دن۔

—— تیرے خیال میں گُم اور تیری یاد میں گریاں ہیں،

میری کیفیت بالکل جسدِ بے روح کی مانند ہے،

جس طرح مکان ہو لیکن مکین نہ ہو،

فراق کی اذیت میں تڑپتا اور ہجر کے کرب وبلا میں مچلتا دیکھ کر لوگ

میری طرف انگلیاں اٹھاتے ہیں۔

دشمن تضحیک کرتے ہیں —— اور

عزیز حیرت و تاسف سے کفِ افسوس ملتے ہیں۔

اور مجھے —— دیوانہ، مجذوب، سودائی، کہتے ہیں۔

اُسوقت!

اُس وقت تیری سرد مہری اور بے وفائی پر۔

اک آہ سرد بھر کر خموش ہو جاتا ہوں۔

میں اور تو،

ہم دونوں میں کس درجہ تضاد ہے۔

میرے ذہن کے تہ خانوں میں میرا اور تیرا ماضی اُجاگر ہے۔

لیکن تو نے فراموش کر دیا سب کچھ ——،

یہی صریح دلیل ہے تیری بے وفائی کی۔

Taj Tahir Foundation

بے وفا!

تلقینِ وفا اب بے سُود ہے،

تیری سرشت میں سراسر بے وفائی ہے اور بے مروتی ـــــ،

تیری خلقت میں وفا کی جھلملاتی ہوئی ایک رمق بھی نہیں،

میں نے کائنات کی اس خلا سے

دنیا کی اس وُسعت سے

قدرت کی کل تخلیقات سے

تجھے ـــــ اور تیرے حسن کو اپنے لئے، صرف اپنے لئے منتخب کیا۔

لیکن تیری نگاہیں ہر ساعت ایک نئے شکار کی طرف لپکیں،

تیری فطرت نے ہر بار ایک نئے باب کو تلاش کیا۔

بے وفا! میں نے احترام کیا ہر لحظہ تیرے ہر سانس کا۔

لیکن تو نے انتظار کیا ہر لمحہ اپنے نئے عشاق کا۔

تیرے حُسن نے ہر مقام پر اپنے نت نئے پرستار تخلیق کئے۔

اور ہر جگہ اپنے مداح

تو نے ان سب کو خوش آمدید کہا۔

اُن کی نگاہوں کا خیر مقدم کیا۔

تیرے پرستار بڑھتے گئے ـــــ اور میرے کلیجے کے ناسُور

نہ جانے تیرے صیاد خانے میں کتنے بے تاب

دل آباد ہوں گے۔

—— کتنے آبگینے زندگی کے چُور چُور کیے ہونگے تو نے۔

جا! کہ اب تجھے ہم نے قیدِ محبت سے آزاد کیا؛
قصرِ الفت سے جدا کیا۔
اور دامِ محبت سے رہا
تیرے دل کی مُراد بر آئی۔
خوش باش! کہ تیرا حسن اب قیدِ عشق سے آزاد ہے۔
جُھوم اُٹھ خوشی میں، رقص فرما۔
فخر کر کہ تو آزاد ہے —— اور تیرا حسن عشق کی پابندیوں سے بے نیاز۔
بر آئی تیری آرزو ——،
اب تیری حسین آنکھوں کی کمان سے نکلا ہوا ہر تیر ایک ہی وار میں بیشمار نشانے بنا سکتا ہے۔
تیرا تبسم ہر مقام پر نت نئے فتنے بیدار کر سکتا ہے۔
تیری سحر طراز اور حسین آواز جس نے میری زندگی کے دھارے کو مخالف سمت میں بہا دیا تھا۔
اب انجان محفلوں میں اپنے نت نئے پرستار تخلیق کر سکتی ہے۔
تیرا گل ریز ترنم اور تیری مسکراتی آنکھیں جنہوں نے میرے قلب کا اطمینان دماغ کا سکون، روح کی بالیدگی اور زندگی کا نُور چھین لیا تھا، اب بے باکی سے عشاق تجویز کر سکتی ہیں۔
تیرے سامنے زندگی کی بہت سی راہیں مسکرا رہی ہیں —— اور بُلا رہی ہیں

تجھے اپنی طرف ،

بڑھ اور خوشی میں جھوم کے آگے بڑھ ــــــ ،

ستاروں سے کھیل ــــ ،

سیاروں سے ٹکرا ــــ ،

کہکشاں کو روند دے ــــ ،

فلک کو نیچا دکھا ؛

لیکن میری نگاہوں سے دُور رہ ــــ میرے سامنے نہ آ ،

دُور ہو جا میری نظروں سے ــــ ،

میں اپنے خلوص اور محبت کا اتنا قابلِ نفرین انجام نہیں دیکھ سکتا ۔

اب انہی انگلیوں سے جو عالمِ اضطراب میں کبھی گریباں کی دھجیاں بکھیرا کرتی تھیں ۔

ــــ ان ہی ناخنوں سے جو عالم فراق میں کبھی جلد کو لہو لہان کرتے تھے ۔

ــــ تیری یاد کو اپنے حافظے سے کھُرچ کے دم لوں گا ۔

تیرے تصور کو اپنے ذہن ،

تیری تصویر کو اپنے دل ،

اور تیرے خیال کو اپنے قلب کی گہرائیوں سے معدوم کر کے چھوڑ دوں گا ۔

مت آ میرے سامنے ، خدارا بھول جا ۔

لِلّٰہ دُور رہ میری نگاہوں سے

ــــ بہت دُور ــــ میری حدِ نگاہ سے بھی دُور ــــ ،

وگرنہ یاد رکھ میں اپنا بابِ حیات خود بند کروں گا۔

مانا کہ عالم بیخودی میں عشق نے حُسن کے قدموں کو بارہا اپنی پلکوں سے مَس کیا تھا۔

اُس وقت ـــــ؟

اُس وقت حُسن معصوم تھا ـــــ، لیکن ـــــ!

آج حُسن کے چہرے پر ہرجائی پن کی مکروہ جھرّیاں اور بے وفائی کے داغ اُبھر رہے ہیں۔

میرے دل میں تیرے لئے ایک جذبۂ حقیر بھی نہیں،

مجھے نفرت ہے تجھ سے،

لیکن محبت ہے صرف اُس جذبے سے جو تیرے لئے میرے دل میں پیدا ہوا۔

بھول جا مجھے!

فراموش کر دے ماضی کے اُن رنگین ایام کی طرح جو باہم ہم نے بسر کیے تھے

ـــــ اور جب زمانے کی سیاہی اور وقت کی کلوس تیرے چہرے پر اُبھرنے لگے

وقت کی جبیں پر تیرا نام ماند پڑ جائے۔

ـــــ رجوع ہو میری طرف انتہائی خلوص اور یکسوئی کے ساتھ۔

میرے انفاس کے بے چین محمل تیرا خیر مقدم کریں گے۔

اور خانۂ دل تیرے قیام کا انتظار ـــــ

Taj Tahir Foundation

ایک بار

جب میرے حواس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور میری خرد پر
پردے پڑ گئے تھے۔
میری نادان جوانی نے تیرے نقوشِ سادہ میں حُسن کی ان گنت
اور لازوال خوبیاں تلاش کر لی تھیں۔
میری محبت نے تیرے حُسن کو کہکشاں کے سب سے بلند
مقام پر پہنچا دیا تھا۔

طوفانی میری زندگی کا طوفانی دور اس وقت شروع ہوا جب تیرا کافر حُسن
چاند کی خنک اور نرم کرنوں سے گھبرا کر میری آغوش میں پناہ گزیں ہوا تھا۔
تیرے دہکتے ہوئے چہرے اور نشیلی آنکھوں نے مجھے دادطلب
نگاہوں سے دیکھا۔
میں نے دیکھا تیری کافر نگاہوں میں انوکھی جاذبیت تھی اور چہرے پر

Taj Tahir Foundation

نرالی دلربائی اور نئی نفاست تیری نگاہوں میں ایسا دُلار تھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

میں نے اس انوکھے پن اور نویلی جاذبیت کو پہچانا ــــ، کائنات کی کُل لذتیں اس میں کروٹیں بدل رہی تھیں۔

تیرے لبوں پر ایک سحر خیز اور دلنواز تبسم پیدا ہوا۔
میرا خلوص تیرے آستانۂ حُسن پر جھک گیا۔
پھر تیرے حُسن نے میری محبت کے ساتھ پیمانِ وفا باندھا،
تیری سیاہ پلکیں جھک گئیں۔
میری زندگی بہک گئی۔
اور مضطرب لب تیرے رخساروں کی شفق چومنے لگے۔
میری فرصتیں تیری یاد سے معمور ہو گئیں۔
اور دل تیرے خیال سے آباد،
ایک عرصے تک تیری آواز کے جادو،
تیری نگاہوں کے خُمار
اور تیرے حُسن کی ملاحت نے میری جوانی کے خمار کو اپنی آغوش میں سُلائے رکھا۔

گو وقت کی آواز نے بار ہا جھنجوڑا، لیکن ہر بار غنودگی ایک کروٹ لیکر گہری نیند سو گئی۔ خطرے کی گھنٹیاں بجیں، لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور

زندگی کے شور میں دب کر رہ گئیں۔

میں ہم آہنگیٔ حیات کی جستجو میں رہا اور تباہیاں مجھے ڈھونڈتی رہیں۔
ہر روز ایک نئی آفت خانۂ دل میں مہمان ہوتی اور میں غم سے کھیلتا رہتا۔

سہج سہج تیرے زخموں میں میرا درد مسکرانے لگا۔
تیری حیات کے ہمھموں میں میرا خلوص جھلملانے لگا۔
میرے افکار کو تیرے نغموں سے وابستگی ہو گئی۔
اور میری معصوم محبت تیری سریلی اور آسمانی موسیقی کو جلا کرنے لگی۔

وقت نے ایک انگڑائی لی۔ اور تیری بے رحم زندگی نے زمانے کی ایک کروٹ کے ساتھ خود کو ایک ایسا جام ثابت کیا جسے ہر ایک کے لب چھو سکتے ہیں۔
میرا فانوس صبر چٹخ گیا ——— لہو رسنے لگا۔
لیکن! میں ضبط کرتا رہا ——— صبر کرتا رہا۔
حتیٰ کہ وقت نے خود ہی مرہم رکھ دیا۔
درد بڑھا اور حد سے سوا ہو گیا۔
بے وفائیاں انتہا کو پہنچیں اور خود ہی چارہ گر بن گئیں۔
اور اب جب محبت تلخیوں سے آشنا اور حقیقتوں سے واقف ہو چکی ہے،

Taj Tahir Foundation

میں ماضی کا عکس اپنے آئینہ حیات میں دیکھتا ہوں۔ تو میرے دل میں خود کے خلاف ایک جذبۂ نفرت بھڑک اٹھتا ہے۔

کتنا سادہ لوح تھا میں ——؟

کتنا بھیانک اور اندوہ ناک تھا میرا عہد رفتہ ——؟

ایک خام تمنّے کی طلب ——،

جس نے مدتوں دیوانہ بنائے رکھا۔

کتنے پُر کلفت اور بے چین تھے وہ ایام جو تیرے ساتھ بسر ہوئے۔

کبھی ——

میری فارغ البالی اور حُسنِ مذاق نے انتہائی سادگی سے تجھ پر چاہتیں قربان کی تھیں۔

میرے شباب نے تیرے پیکرِ لطیف میں حُسن کی رنگین روحیں پھونکی تھیں۔

کبھی —— تیرے غمزۂ حُسن کی بنیاد میرے درد کی حیات پر تھی۔

—— اور میری آہِ نارسا کی اساس تیرے گلوئے خوش آواز پہ

کبھی —— تیرا وجود میرے لئے انعامِ زیست تھا۔

اور تیرا پُر اضطراب خیال میرے لئے باعثِ سکون۔

—— تیری تصویر کی رونمائی کے عوض میں جان تک پیش کر سکتا تھا۔

Taj Tahir Foundation

مگر اب ۔ جب اِدراک کے اُفق پر میرا حال ماضی کی یاد سے بغل گیر
ہوتا ہے تو ـــــ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے تیرے خیال سے ۔،
خلوص کے جذبۂ نہایت کا کس درجہ بے جا تصرف کیا میں نے ؟
کتنا خام تھا میرا ذوقِ طلب ؟
اور کتنا ماند پڑ گیا تھا میرا شعور تیرے قرب سے ۔،
مجھے یاد ہے ایک بار
جب تو نے ہتھیلیوں سے آنکھوں کو مل کے لال کر لیا تھا۔
تیرے آبگینے چھلک اٹھے تھے ـــــ اور
وفورِ غم سے تیرے بال بکھر گئے تھے ۔
تو مجھے یوں محسوس ہوا تھا۔ جیسے وقت کی نبضیں رک گئی ہیں۔ فضا
پر سیاہی پھیل رہی ہے اور کائنات پر غم کی گہری کہر چھا گئی ہے۔
وہ سب کچھ غلط تھا۔ بالکل بے بنیاد ۔
حافظے کی مدد سے شعور کی روشنی میں جب ماضی پر نظرِ ثانی کرتا ہوں ۔ تو
مجھے افسوس ہوتا ہے اپنے عہدِ رفتہ پر ۔

مگر اب جب وقت کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی ہے ۔
اندھیرا پگھل گیا ہے، سیاہی ڈھل چکی ہے ۔ اور رات سنولا کر صبح
چٹک گئی ہے ۔
میں خوابِ گراں سے چونک اٹھا ہوں ۔

Taj Tahir Foundation

میرا خُمار ڈھل چکا ہے۔
اور نیندیں ٹوٹ چکی ہیں۔
حقیقت کے چہرے پر وہ رنگین اور ریشمین پردے جو میں نے، خود ہی گرائے تھے۔ نوچ ڈالے ہیں۔
میں دیکھ رہا ہوں۔
.... تیرا حُسن نہ تھا۔
—— میں تھا، میری نگاہِ حُسن ساز تھی۔
تیری نگاہِ مخمور نہ تھی، میری جوانی کا خُمار تھا۔
میرے شباب کی دھڑک تھی۔
تابندگیٔ حُسن درحقیقت سوزِ دروں تھا۔
میری خام کاری تھی جس نے تجھ میں حُسن کی لطافتیں اور شباب کی ادائیں تخلیق کیں۔۔
—— صرف میں تھا۔
میری نگاہِ فنکار ——،
میرے دل کی انوکھی جلن ——
اور دماغ میں جلتی ہوئی جوت ——
جس نے تجھے اور تیرے خیال کو حسین تصور کیا۔

ساون کی ظالم راتوں میں جب یادوں سے دل کے داغوں کے چراغ

ایک بار

روشن کرتا ہوں تو

تیری کج ادائیاں اور بے وفائیاں پھر نئے سرے سے میری زندگی

میں بِس گھول دیتی ہیں۔

کس قدر کٹھن اور دشوار تھا وہ راستہ جو تیری راہ میں میں نے اختیار

کیا ـــــــ

صد شکر کردگار!

مجھے پھر ایک نئی زندگی ملی۔

اور فکرِ سلیم عطا ہوا۔

ایک وقت تھا۔ میں مجبور تھا۔ تجھ سے محبت کرنے پر ــــ،

میرا تخیل تیرا اسیر تھا۔

اور میرے افکار تیرے غلام،

میرے ذہن کی رسائی صرف تیرے حُسن تک محدود تھی،

اور اب ــــ؟

میں آزاد ہوں ــــــ تیری قیود اور حدود سے۔

بے شمار طوفان میری آغوش میں نشو ونما پاتے ہیں۔

حُسن کی لامحدود وسعتیں میری راہیں تکتی ہیں۔

ان گنت حسین چہرے داد خواہی کے منتظر رہتے ہیں ــــ بے چین

اور مضطرب۔

میں جب چاہتا ہوں موتیوں جیسی چاندنی چٹکنے لگتی ہے، نغمے مچلتے ہیں،

Taj Tahir Foundation

نُور کی بارش ہوتی ہے۔ اور فضا میں آنچلوں کی دھیمی اور نرم سرسراہٹیں گُھلنے لگتی ہیں۔

تجھ سے جدا ہو کر میں آزاد ہوا،
لیکن تُو ؟
اور تیرا حسن ؟
آنکھ سے نکلے ہوئے اشک کی طرح۔
جب تک آنکھوں میں رہا۔ گوہرِ آبدار بن کر
جب تک پلکوں میں چھپا رہا دُرِ نایاب بن کر
اور جب آنکھوں سے گرا۔
تو صرف "ایک قطرۂ آب"

Taj Tahir Foundation

شاعر اور گھربار

ماضی کی ایک سنہری اور زرّیں یاد
کاش جو لوحِ دل اور سطحِ ذہن سے مٹائی جا سکے۔

زندگی کے بے خود و بے قرار دن!
اور
جوانی کی بے خواب و سرشار، مست راتوں کے نام

یہ نہ ڈرامہ ہے نہ افسانہ
بلکہ ایک ایسا واقعہ
جو پُر کیف بھی ہے اور اندوہ ناک بھی۔
جو خوش گوار بھی ہے۔ اور غمناک بھی۔
اس غیر معمولی واقعے میں دونوں صفات موجود ہیں۔

Taj Tahir Foundation

اس میں ایک انقلابی اور جذباتی شاعر کی محبت، رومانس اور بے تاب ملاقاتوں کی مضطرب اور حسین جھلکیاں ہیں جن میں شاعر کی چند کاجل سی راتیں سما گئی ہیں،

حسین اور جوان راتیں، گلریز اور گہر بار راتیں مست اور نوخیز راتیں، جن میں اُس کا ماضی مدفون ہے۔

کردار

شاعر

ایک حساس اور انقلابی شاعر، ترقی پسند اور آزاد خیال، جذباتی اور صحت مند نوجوان جو محبت کا قائل نہیں، انقلاب کا حامی ہے، جس نے اپنے ماضی میں عشق و محبت کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور ہمیشہ عشاق کے احساسات کا غیر معمولی طریق پر مضحکہ اڑایا اور تمسخر کیا۔

"گھر بار"

ایک نازک اندام، نازک انداز۔ سرو قد
شوخ و چنچل، عصمت مآب حسین لڑکی، شیریں
بیان و شیریں سخن
ایک حسین ساحرہ، خوش الحان مطربہ، ایک
سحر طراز نغمہ سرا جو ساز سے بے نیاز ہے

جس کی آواز میں بلا کی شوخی، انتہا کا سوز
غضب کا لوچ، حد درجہ درد اور عذوبت
ہے جس کے گلے میں، نغمے مچلتے ہیں۔
اور فطرت گنگناتی ہے جس کی آنکھیں خُمار
کا مسکن ہیں، جس کی پلکیں لانبی گھری سیاہ
پلکیں شراب میں ڈوبی رہتی ہیں، جس کے
تبسم میں غنچوں کی شوخی اور گلوں کا نکھار ہے
جس کے حسن میں ستاروں کی چمک اور شگوفوں
کا جمال ہے ـــــ قد میں سرو کا بانکپن
اور انداز خرام میں شاخِ گُل کی لچک ہے۔

شاعر چند بے تکلف احباب اور مخصوص معاصرین کے ساتھ ایک انجان مگر آزاد خیال محفل میں مدعو ہے جہاں اس کا ایک نوخیز مطربہ "گھربار" سے تعارف کرایا جاتا ہے۔ شاعر اپنی باغی فطرت کی بنا پر اُس حسینہ کو، جو حوا کی اُس دختر کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

اکل و شرب کے بعد صاحبِ خانہ گھربار سے نغمہ سرائی کی التجا کرتا ہے، گھربار کے مسلسل انکار سے حاضرینِ محفل کا اصرار پیہم بڑھتا ہے، شاعر نخوت سے اپنا رُخ دوسری سمت پھیر لیتا ہے، آخر بہ ہزار عشوہ و ناز گھربار مصروفِ نغمہ سرائی ہوتی ہے۔

شاعر پر ایک حیرت کا عالم طاری ہو جاتا ہے، اس کی آواز میں کس قدر

Taj Tahir Foundation

سحر ہے، اِس کے ترنم میں کتنی شیرینی اور حلاوت ہے اِس کے گلے میں کتنا سوز اور درد ہے۔

وہ گہر بار کی سمت حیرت سے تکنے لگتا ہے، اس کے گلے میں گھنگرو کھنکتے ہیں کیا؟ اس کا تعجب بتدریج بڑھ رہا ہے۔ نگاہیں گہر بار کے چہرے پر جم جاتی ہیں۔ اور قوتِ ادراک و فہم اُس کی خدا داد صلاحیتوں اور فنی خوبیوں پر غور و خوض کرنے لگتی ہے۔ کیا یہ وہی ہے جس سے کچھ دیر قبل وہ بے اعتنائی برت رہا تھا۔؟

کس قدر حسین گردن ہے اس کی ـــــ؟ پرانے شعرا کا حسین تخیل اس کے ذہن میں ابھرتا ہے، فی الحقیقت گہر بار کی گردن صراحی دار ہے، اس کی نغمہ ریز آواز میں قلقلِ مینا کا امتزاج ہے، بُلبل کی نوا اور کوئل کی پکار ہے۔

اُس کی حسین اور سحر طراز آواز قلب کو چیرتی ہوئی آہستہ آہستہ روح کی گہرائیوں میں پیوست ہوتی جاتی ہے۔

شاعر بے ساختہ جھومنے لگتا ہے اور کہتا ہے۔

"درحقیقت گہر بار تم گل ریز ہو اور گہر ریز بھی،
اے نغمہ ساز! کوئی اور نغمہ چھیڑو۔ آج کائنات
جھوم اٹھی ہے۔ فطرت پر مدہوشی طاری ہو چلی ہے
اے نغمہ نواز گلبار! گہر ریزی کرو۔ گلباری کرو۔ اور
اپنی مست دھن سے دنیا کو بے خود کر دو۔"

گہر بار مصروفِ نغمہ سرائی ہے۔

شاعر مبہوت ہے۔ مخمور و سرشار۔ نگاہیں گہر بار کے حُسن میں گم

ہیں اور لبِ حیرت و استعجاب سے وا ہیں آہستہ آہستہ اس کا حُسن شاعر کی نظروں کی میں سما جاتا ہے، اور قوتِ احساس میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے۔

کس قدر حسین ہے یہ لڑکی؟

یہ لڑکی، یہ جوان اور حسین لڑکی، خوبصورت اور نازک لڑکی میرے تخیل کی زندہ تصویر ہے۔ میرے پاس جذبات ہیں۔ اس کے گلے میں رس ہے۔ یہ میرا مقصدِ حیات ہے۔ میں اسے زندہ جاوید بنا سکتا ہوں۔

اور پھر شاعر نے ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر کوندتی ہوئی بجلی پر اپنا آشیانہ بنا لیا۔ رفتہ رفتہ شاعر خود کو اس ماحول میں گم کر دیتا ہے، جہاں حسین گھر بار کے گلریز نغمے سحر طراز اور شوخ قہقہے برقپاش ہوتے تھے، وہ ہر اس محفل میں شریک ہونے لگا۔ جہاں گھر بار کی مست نگاہوں سے خمار چھلکتا تھا اور سیاہ دراز پلکوں سے شراب ڈھل ڈھل کر برستی تھی۔

شاعر ——— وہ شاعر جس نے عظیم الشان مشاعروں میں بے پناہ خراج تحسین و آفرین حاصل کیا تھا۔ گھر بار کی تعریف و توصیف میں بے مثل اور حسین استعارات استعمال کرنے لگا۔ اس کی تشبیہات و تخیلات میں لطافت کا اضافہ ہونے لگا۔ خیالات نکھرے۔ ان میں جدتیں پیدا ہوئیں اور انفرادیت اُجاگر ———

اس نے سوچا گھر بار شمعِ محفل ہے، میں اسے چراغِ خانہ بناؤں گا وہ گھر بار کی جانب بڑھتا ہے، تیزی سے اور بہت تیزی سے۔ اس نے چاہا

جہاں گہربار کے سوا کوئی نہ ہو۔ چند باتیں کرے۔ الفت اور محبت سے لبریز، وہ کامیاب ہو گیا۔ آرزوئیں بر آنے لگیں۔ گہربار ملنے لگی، گاہے گاہے تیسرے چوتھے دن، رات کے سناٹے میں اپنی کل شوخیاں سنبھالے ہوئے، نت نئی مسکراہٹوں کے ساتھ، نت نئے جلوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے۔

وہ پھولا نہ سماتا۔ قلب میں مسرتیں دھڑک اُٹھتیں، خوشی میں دیوانہ ہو جاتا۔ گاہے اپنے مسکن کو دیکھتا اور گاہے چاند سے دمکتے ہوئے مکھڑے کی طرف۔ محفلوں میں وہ ضرورت سے زیادہ محتاط رہتا، مبادا حرص سے دوسرے نہ تکنے لگیں۔

تخلئے میں اس نے گہربار کو اس کے اوصاف اور خوبیوں کا احساس بھی دلایا۔ ڈرتے ڈرتے سہم سہم کر کہیں وہ مغرور نہ بن جائے، وہ اس کو سامنے بٹھا کر اشعار کہتا۔ حسین اور رنگین اشعار اس نے بہت سی رباعیاں اور قطعات بھی کہے، اس کے حُسن کی تعریف میں ؎

آنکھوں کی توصیف میں، پلکوں کی ستائش میں، مژگاں کی مدحت میں ——،

گہربار کی تعریف و توصیف میں اس نے حسین الفاظ کے خزانے کھول دیئے، موتی نثار کئے، درّ نایاب نچھاور، گوہر لٹائے اور جواہر ریزے بکھیر دیئے۔

اس نے گہربار سے درخواست کی،

"گہربار"! ایک تمنّا ہے، ایک آرزو ہے جو روز اوّل

ہی سے مچل رہی ہے،
اجازت ہو تو زبان پر لاؤں"
گھربار :- (حیرت و تعجب سے ، سننے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے)
کیا ـــــــ؟

شاعر :- میں چاہتا ہوں تمہیں بہت سے حسین اور دلکش الفاظ سے یاد کیا جائے ، صرف ایک ہی نام سے موسوم کرنا - محض ایک ہی اسم سے تخاطب کرنا تمہاری توہین ہے ، تمہارا دائرۂ حسن بہت وسیع ہے ، میں اسے وسیع تر بنانا چاہتا ہوں - تم اور تمہارا حسن الفاظ کی قید و بند سے آزاد ہیں -

گھربار ، گل بار ، گہر ریز ، گل فام ، ماہ رو ، پری وش ، رشک قمر ماہ پارہ - یہ سب الفاظ تمہارے ہی لئے تخلیق کئے گئے ہیں - مجھے اجازت دو ، ماہ رو ! جن الفاظ سے چاہوں مخاطب کر سکوں جس نام سے چاہوں پکار سکوں -

تم سوچ کیا رہی ہو آہو چشم ؟

گھربار کے چہرے پر حیا کی سرخیاں بکھر گئیں ۔ " تمہیں اختیار ہے "

شاعر خوشی سے جھوم اٹھا " کس درجہ خوش نصیب ہوں میں "

گھربار نے اس کے خیالات کی قدر کی ، الفاظ کو وقعت بخشی ، جذبات کو اہمیت دی اور شاعر کی محبت کو اپنی شوخ نگاہوں میں جذب کرنے لگی ،

شاعر کی تمناؤں میں بے چینی و بے کلی کا اضافہ ہو گیا - وہ بے تاب

رہنے لگا۔ بہت زیادہ بے تاب و بے قرار، مضطر و پریشان۔ ہر وقت گھر بار کا حسین تصور اس کے ذہن پر غالب رہنے لگا۔ وہ بے چین ہو کر رہ گیا، ہر لمحہ ہر گھڑی تصور میں نگاہوں کے سامنے گھر بار کا حسین چہرہ اور مخمور آنکھیں رہنے لگیں۔

اس نے گھر بار سے ہر شام ملنے کی تمنا کی، استدعا کی، گڑگڑایا، اس کی پلکیں نم آلود ہو جاتیں گھر بار مہربان ہو گئی۔ شاعر کی قسمت کھل گئی نصیب جاگ اُٹھے۔

گھر بار آنے لگی، ہر شب وقتِ معینہ پر۔

وہ پھولا نہ سماتا۔ قلب میں مسرتیں دھڑک اُٹھتیں، خوشی میں دیوانہ ہو جاتا کبھی حسرت و یاس سے اپنے جھونپڑے کی طرف تکتا اور کبھی مطربہ کے حسین چہرے کی جانب۔

اس احساس سے کہ ملاقات کی گھڑیاں جلد ہی ختم ہو جائیں گی، وہ کرب و بے چینی سے بلبلا اٹھتا۔ نگاہیں بار بار ٹائم پیس پر پڑتیں ۔۔۔ پہلے کتنی سست رفتار تھی بدبخت اور اب کس قدر تیز چل رہی ہے۔ کاش وہ وقت کی تیزی کو روک سکتا۔

اسی اُلجھن اور تردد میں گھر بار چلی جاتی۔ اُس پر اضطراب، سراسیمگی، وحشت اور جنون طاری ہو جاتا۔ گھنٹوں وہ بے حس و حرکت بیٹھا رہتا، جیسے سکتہ طاری ہو۔ ذہن گذشتہ واقعات کو دہراتا اور نگاہوں میں گھر بار کی حسین و مخمور آنکھیں مسکراتیں، کانوں میں اس کے نقرئی گیت اور مترنم جملے دیر تک گونجتے رہتے، گھنی دراز اور نکیلی پلکیں کلیجے کو کھرچتیں اور اس کی

ویرانہ سامانی بڑھتی رہتی ——

وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو جاتا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر،
ملاقاتیں بڑھنے لگیں، جتنا قرب ہوتا گیا تشنگیٔ وصال شدید ہوتی گئی،
ملاقات کی بے چین خواہش اُسے اور اکساتی، ستاتی، اور ہر وقت پریشان
رکھتی، باوجود ہر روز کی ملاقات کے وہ نہایت عجز و انکساری سے کہتا۔

"گھر بار! خدا کے لئے ملتی رہا کرو۔ یوں محسوس
ہوتا ہے میں ایک مدت کے بعد دیکھ رہا ہوں۔
نہ جانے یہ بے چین دل کیوں ہر وقت تمہارے
خیال میں دھڑکتا رہتا ہے،
کیوں میری مضطرب نگاہیں ہر لحظہ تمہاری
آمد کی منتظر رہتی ہیں،

پھر اس کے لہجہ میں تمنائیں اور التجائیں مچلنے لگتیں۔

گھر بار! تم مجھے بھول نہ جانا . . . . . للہ تم مجھے
فراموش نہ کرنا"

گھر بار ڈبڈبائی نظروں سے تشفی آمیز انداز میں یقین دلاتی۔

"میں تم کو نہیں بھول سکتی، کبھی فراموش
نہیں کر سکتی ——، دنیا بدل سکتی ہے کائنات
کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے . . . .
ہو سکتا ہے رات دن کا لباس اور دن رات کا

چولا پہن لے۔

مگر یہ غیر ممکن ہے کہ میں تمہیں بھول جاؤں،
ناممکن کہ میں تمہیں فراموش کر دوں مجھ
پر اعتبار کرو۔ اتنا ہی جتنا تمہیں اپنی محبت
پر اعتماد ہے۔

خوشی میں شاعر کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو اُبل پڑتے،
"تم بہت مہربان ہو اور میں بہت ہی
خوش نصیب ———،

گھر بار مسلسل کئی یوم تک نہ آئی۔ شاعر کی وحشت لوازی کی حد نہ رہی۔ وہ ہر روز انتظار کرتا۔ لیکن ہر روز اس کی امیدوں پر پانی پھر جاتا ———،

اس نے خیال کیا۔ گھر بار مغرور ہو گئی ہے۔ اُس نے اس کے حُسن کا احساس دلا کر اپنی محبت کا یقین دلا کر۔ اُسے مغرور بنا دیا ہے — بے حد مغرور اور بد دماغ،

وہ سوچتا ۔ اس کی اپنی حماقتیں گھر بار کو مغرور و متکبر بنانے کی ایک حد تک ذمہ دار ہیں۔

کاش وہ اس کے حُسن کی تعریف نہ کرتا اور اُسے اپنی محبت کا

یقین نہ دلاتا تمام رات وہ اپنی حماقتوں پر تاسف کرتا رہتا حتی کہ صبح ہو جاتی اور پھر طویل کرب و بے چینی کے بعد رات،

چراغ جلتے ہی اس کے دھڑکتے ہوئے بے چین قلب میں امیدوں کی سنہری شمع پھر سے روشن ہو جاتی اور روح کی گہرائیوں سے سرد ٹیسیں بلند ہونے لگتیں۔"گھربار! گھربار!" وہ گھربار کی یاد میں شدت سے بلکنے لگتا۔

ایک شام وہ حسب معمول انتظار کر رہا تھا، اچانک گھربار آ گئی، شاعر حیرت زدہ رہ گیا۔ خوشی میں آنکھوں سے اشک اُبل پڑے،

تم ــــ؟ . . . تم یہاں۔ یہ خواب ہے یا حقیقت؟

مجھے یقین نہیں آتا کہ . . . . تم یہاں ہو . . . . . ،

کیا فی الحقیقت تم یہاں موجود ہو ــــ؟

یقیناً میں ایک دلفریب اور حسین خواب دیکھ رہا ہوں"

گھربار:۔ "یہ خواب نہیں حقیقت ہے"

شاعر:۔ (تعجب سے آنکھیں ملتے ہوئے) "کیا یہ حقیقت ہے کہ تم یہاں موجود ہو ــــ، کہاں تھیں تم اتنے دنوں سے ــــ؟ میں بے چین و بے قرار رہا"

شاعر نے گھربار کی مخمور نگاہوں میں اپنی آنکھیں ڈال دیں،

"کیا میری سرد آہیں تم تک پہنچی تھیں؟"

گھربار:۔ ہاں! میرے کانوں میں آوازیں گونجی تھیں
جیسے کوئی میرا نام لے کر، زور زور
سے پکار رہا ہو،

شاعر:۔ (آہِ سرد بھرتے ہوئے)
تم بہت سنگدل ہو، میں تمہارے فراق
میں تمہارے انتظار میں کئی دن تک تڑپتا رہا
لیکن تمہیں میرا ذرا بھی خیال نہ آیا.....
بہت بے مروت ہو گئی ہو تم"

اور پھر وہ گھربار کو وحشیانہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تم بیمار ہو ــــ شدید بیمار،..... آؤ چلو
ڈاکٹر کے ہاں۔

گھربار:۔ (تعجب اور حیرت سے) "میں بیمار نہیں، ... مجھے کوئی
بیماری نہیں ــــ تمہیں وہم ہوا ہے،
.... صرف وہم"

شاعر:۔ "وہم......؟ وہم کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس بیماری
کے سامنے جوانِ دلوں تمہیں لاحق ہے، آؤ چلو ڈاکٹر کے
ہاں دیر نہ کرو۔
.... میں کہتا ہوں جلد چلو، تم بیمار ہو، تمہاری

Taj Tahir Foundation

آنکھیں، تمہارا طرزِ سلوک، تمہارا بدلہ ہوا رویہ اس
بات کی بیّن دلیل ہے کہ تم بیمار ہو ——" تمہیں
ایک نفسیاتی بیماری لاحق ہے، جانتی ہو اس
بیماری کا نام کیا ہے؟"

گھر بار:— (حیرت سے) کیا ہے اس بیماری کا نام؟"

شاعر:— "غرور!"

گھر بار کے لب حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ "غرور!"

شاعر:— "ہاں! ہاں! غرور۔ وہ جو تمہیں ان دنوں لاحق ہے
جس کا باعث میں ہوں، صرف میں! اور تمہارا بڑھتا ہوا
حسن ——"

آؤ چلو جلد چلیں —— میں اس بیماری کا
جلد از جلد علاج کرانا چاہتا ہوں ——، ورنہ
اس بڑھتی ہوئی مہلک بیماری سے میں جانبر نہ
ہو سکوں گا —— آؤ... چلو... اٹھو
جلد، دیر نہ کرو۔

گھر بار:— (بارِ غم سے نڈھال ہوتے ہوئے۔)

تمہیں شکوک اور غلط فہمیاں ہو گئی ہیں،
بدگمانیوں نے گھیر لیا ہے تمہیں... مجھے
کچھ نہیں ہوا ——"

کچھ بھی نہیں، تمہارا خیال غلط ہے ....
بالکل غلط، مجھے غرور کبھی نہیں ہو سکتا....
اور پھر تم سے ؟

شاعر:۔ تو پھر تمہارے تغافل کا باعث .....؟
تمہارے نہ آنے کا سبب ......؟

گھربار:۔ میں بھی بے قرار تھی تم سے ملنے کے لئے،
بے چین تھی، تمہیں دیکھنے کے لئے میری
نگاہیں بھی تمہیں دیکھنے کے لئے ترس
رہی تھیں،

بارہا میں نے کوشش کی تمہارے پاس
آنے کی لیکن نرگس اور عنبر نے روک
لیا۔ میں نے چاہا پر لگ جائیں میرے
اور اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں لیکن
مہمانوں کے ہنگامے نے مہلت نہ دی،

پھر ایک بار میں نے آنے کی کوشش
کی لیکن شمیم اور فیروزہ مجھے مشکوک نگاہوں
سے دیکھنے لگیں، میں نے بہانے تراشنے
چاہے، لیکن کامیاب نہ ہو سکی ——
میں مجبور ہو گئی ....

Taj Tahir Foundation

شاعر:- معاذاللہ! .... ؟ —— اور میری مجبوری
کس قدر پُر درد اور اضطراب آگیں ہے .....
تمام رات بستر پر کروٹیں بدلتے ہوئے گزرتی
ہے، کاش تم بھی میری ہی طرح مجبور ہوتیں؟

گھربار:- میں بھی مجبور ہوں، تمہاری طرح، میں بھی بے قرار
رہتی ہوں، تم سے ملنے کے لئے، تمہارے
پاس آنے کے لئے، تمہیں دیکھنے کے لئے
تمہاری باتیں سُننے کے لئے ۔

شاعر:- مجھے یقین نہیں آتا۔ تم اخلاقاً اور مُروتاً ایسا کہہ
رہی ہو، اے کاش میں تمہیں ہر وقت
دیکھ سکتا۔

(اس نے ایک آہِ سرد بھری) اُف! تمہاری
نکیلی اور سیاہ پلکیں میری روح میں پیوست
ہوتی جارہی ہیں —— نہ جانے ہو کیا گیا ہے
مجھے اِن دنوں؟
—— جیسے میرا کچھ کھو گیا ہو —— بھول آیا
ہوں میں کچھ کہیں ——،
میں خود بھی سمجھنے سے قاصر ہوں، کیا
ہوگیا ہے مجھے —— ؟

Taj Tahir Foundation

میری آنکھیں ہر وقت مضطرب رہتی ہیں تمہیں
دیکھنے کے لئے ۔

کان منتظر رہتے ہیں، تمہاری شیریں آواز
سُننے کے لئے ،

نہ جانے میرے دماغ میں ہر وقت تمہارا
خیال کیوں رہنے لگا ہے ؟

اُف ! ـــ میں پاگل ہوتا جارہا ہوں ـــ بالکل پاگل ـــ ،
میں تمہیں ہر وقت دیکھنا چاہتا ہوں ـــ ہر ساعت اور
ہر لمحہ ـــ اپنی نگاہوں کے سامنے اور اپنے قریب ،
لیکن یہ ناممکن ہے ـــ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں
ہر وقت دیکھ سکوں ؟

Taj Tahir Foundation

گھر بار پھر کئی دن تک نہ آسکی۔ شاعر کی اندوہ ناک حالت ناقابلِ بیان
تھی اس پر جنون و وحشت طاری ہو چلی تھی، وہ بے چین و بے اختیار ہو گیا۔
اس کی زندگی میں ہلچل مچ گئی، طوفان برپا ہوئے اور ہنگامے بیدار،
زلزلے آئے، اور آندھیاں چلیں، اس کی کائنات کا نظام درہم برہم ہو گیا۔
امیدوں کے وہ تنکے جنھیں چُن چُن کر اس نے آشیانے کی تنظیم کی تھی بکھر
کر رہ گئے ۔

وہ بے تاب رہنے لگا۔ تخیل میں صرف ایک ہی حسین صورت رچ کر رہ گئی، دل کی آنکھوں میں ایک ہی پیکرِ رنگین بس گیا جس نے اس کی فہم و ادراک کا فقدان اور قوت احساس کو سلب کرلیا۔ اس کی ڈاڑھی بڑھ گئی کپڑے میلے اور بال وحشیوں کی طرح بڑھتے چلے گئے۔ چہرے پر عجیب قسم کی مستقل وحشت اور آنکھوں میں مجنونانہ چمک پیدا ہوگئی۔ خیالات پر جمود طاری ہو چلا۔ گھربار کا تصور ہر وقت ذہن پر غالب رہنے لگا۔ کئی یوم تک وہ ہجر کے کرب و بلا میں تڑپتا رہا۔ بلکتا رہا۔ اور اپنی بے بسی پر آنسو بہاتا رہا۔ سیاہ و دراز پلکیں اس کی روح کو بے چین کرتی رہیں اور وہ قلبی اذیات کی نت نئی لذات سے آشنا ہوتا رہا۔

حافظہ ماند پڑ گیا۔ اس کی شاعری۔ عزیزترین ذوق، اُس کا مقصدِ حیات اُس سے چھٹ گیا۔ شعور پر احساسات غالب آ گئے۔ بس ایک ہی تصور تھا، ایک ہی صورت —— وہی حسین نقوش اور مخمور نگاہیں! جنہوں نے اس کے فنِ لطیف کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جس پر کہ اس کو کامل عبور حاصل تھا۔ ادبی حلقوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں، اخبارات اور رسائل میں چرچے ہوئے۔ دوستوں کو فکر دامنگیر ہوئی اور غیروں نے اُسے اپنی دلچسپی کا موضوع بنایا۔

اُس نے عوام سے ملنا ترک کردیا۔ اب وہ تھا اور صرف اس کا حسین اور رنگین تخیل ——،

بارہا اس نے کوشش کی کسی طرح گھربار کی یاد کو فراموش کر سکے اس کے تصور کو اپنے ذہن سے نکال سکے لیکن جتنا اُس نے اُسے فراموش کرنے

کی سعی کی اس کی یاد میں اتنا ہی اضافہ ہوا۔ اس کا خیال دل کی گہرائیوں میں نقش اور ذہن کی تہہ میں جذب ہوتا گیا۔

یکایک ہُوک سی اُٹھتی، دورہ سا پڑنے لگتا۔ ملاقات کی بے چین خواہش اُکساتی، رُلاتی اور گھنٹوں اُسے خود سے بے خبر رکھتی۔ وہ مجبور ہو جاتا۔ بالکل مجبور بچّوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتا۔

رجحان بدلنے کی غرض سے وہ اپنی لائبریری کی طرف رجوع ہوتا۔ محض گھر بار کو فراموش کرنے کی سعی و جد و جہد میں وہ کتب بینی میں مشغول و منہمک رہنے کی کوشش کرتا۔ لیکن ہر ورق پہ اُسے گھر بار کا حسین چہرہ مسکراتا دکھائی دیتا ہر سطر پہ نکیلی اور دراز سیاہ پلکیں جھکی ہوئی محسوس ہوتیں۔

وہ گھبرا کر آنکھیں بند کر لیتا اور وحشیوں کی طرح خلا کی انتہائی گہرائیوں میں گھورنے لگتا۔

اُس نے شعراء کے دیوان اُٹھائے، ہر غزل میں اس کی کہانی، ہر شعر میں اس کی زندگی کا فسانہ جھلک رہا تھا۔ ہر دیوان میں اُسی کے تذکرے اور چرچے تھے، ہر شاعر کی زبان پر اُسی کی افتاد کے قصّے تھے۔

قدیم اساتذہ کے کلام کو دیکھا ان میں بھی اس کی اپنی زندگی جھلک رہی تھی۔ اس کا درد کروٹیں بدل رہا تھا۔ ہر شعر میں اُسی کے نالے تڑپ رہے تھے، ہر گیت، نظم اور غزل میں اُس کے اپنے واقعات، احساسات و جذبات دھرائے گئے تھے۔

Taj Tahir Foundation

اُس نے محسوس کیا ہر شاعر اپنی تصنیف میں اس کی بے چینیوں کا رنگ بھر رہا ہے اُسی کی آہوں کو اپنے کلام میں جذب کر رہا ہے۔ ہر جگہ اسے اپنی زندگی کی دھڑکنیں محسوس ہوئیں۔

عہد ماضی میں اُسے کبھی خیال بھی نہ آیا تھا کہ کوئی حسین صورت اتنی جلد اس کی تباہی کا باعث بن جائے گی۔ اکثر وہ سوچتا، دعائیں کرتا، کاش میرے دل و دماغ میں گھر بار کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات سرایت کر جائیں لیکن ہر بار اُسے ایک عظیم ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔

اور وہ خود سے عاجز ہو جاتا۔

وہ چاہتا کیا تھا آخر ــــــ؟ یہ وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

ایک اندھیری شب!

شاعر نے اپنے پورے ہوش کے ساتھ گم شدہ حواس کو درست کیا۔ اور عقل و شعور کی مقراض سے وحشتوں کے بڑھے ہوئے ناخن تراشنے لگا۔

کب آئے گی گھر بار ــــــ؟ اس کے جنون نے سوال کیا۔ فضا میں آس زدہ ہوک تھرا اٹھی۔

اس کا شعور یک لخت بیدار ہو گیا۔

"تو پاگل ہو گیا ہے۔ دیوانہ! جنونی کہیں کا ــــــ، مر جائے گا۔ انتظار کرتے کرتے۔

ذرا سوچ! ذرا غور کر! ہو سکتا ہے گھر بار کہیں

مہمان ہو؟ ــــ ہو سکتا ہے والدین نے اُسے
کوئی کام سونپ دیا ہو...... یہ بھی ممکن ہے کہ
کسی سہیلی نے اسے روک لیا ہو۔ یا وہ تجھ سے
ملنے کے لئے آ رہی ہو۔ اور راہ میں اُس کے کسی
عزیز نے دیکھ لیا ہو...... آخر تیرے اِس
انتظار کا مطلب.....؟ تیرا اس طرح منتظر
رہنا کیا معنی.....؟ تیرا اس طرح وحشی بنجانا کیا
معنی......؟ تو کیوں شب و روز اس کا انتظار
کرتا ہے؟ گھر بار تیری کنیز تو نہیں ــــ،
تیری زر خرید تو نہیں ــــ،
ــــ اور پھر مصروفیات تو سب کے ساتھ وابستہ
ہیں ــــ ہو سکتا ہے اسے گھر کے کام کاج نے
مہلت نہ دی ہو۔ لیکن تیرا اس طرح بسمل بننا کیا
معنی......؟
تو کیوں شب و روز انتظار کرتا ہے...؟
یاد رکھ! تو پاگل ہو جائے گا ــ، دیوانہ اور وحشی
بن جائے گا۔ ایک دن لوگ تیرا مذاق اڑائیں گے
یا نہیں تجھے کل ہی کی بات ہے۔ تیرے دوست
تیرا مذاق اڑا رہے تھے۔

Taj Tahir Foundation

. . . . . . اور ہاں! وہ تیری شاعری ـــــ؟

وہ کہاں دفن ہو کر رہ گئی ـــــ؟ تو تو ایک انقلابی
شاعر تھا تجھے یاد نہیں پچھلے اتوار ایک ایڈیٹر نے
تیری قلبی کیفیات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا تھا۔
"جس دور سے تو گذر رہا ہے وہ از حد کٹھن ہے"
اس خیالِ خام سے باز آ۔ اپنے ادب کی طرف رجوع
کر، ورنہ یاد رکھ! . . . . دنیا تجھے بھول جائیگی
تیرے معاشرے مذاق اڑائیں گے، دوست تجھ پر
ہنسیں گے۔ اور عزیز تیری کیفیت پر آنسو
بہائیں گے۔

اور . . . . . ہاں! سال بھر سے تو نے کوئی نظم
نہیں لکھی ـــــ؟ کوئی شعر نہیں کہا ـــــ؟
ـــــ اب وہ تیری قوتِ فکر کہاں سلب ہو گئی؟
. . . . . تیری وہ شعریت کہاں جذب ہو کر رہ گئی؟
کیا کہا ـــــ؟ کسی کے حسین تصور سے فرصت
نہیں ملتی ـــــ؟

بھول جا ان تمام باتوں کو ـــ، یہ تجھے تباہی اور
بربادی کی طرف لے جا رہی ہیں ـــــ تو تباہ
ہو کر رہ جائے گا۔ پہلے تو لوگوں کا مذاق اڑاتا تھا۔

Taj Tahir Foundation

اور اب لوگ تیرا مذاق اُڑاتے ہیں۔
ذرا اپنی صحت کا جائزہ تو لے؟
دیکھ تو! تُو کس قدر دبلا ہو گیا ہے۔ تیرے
خیالات اب کس درجہ ناپائیدار ہیں۔
— ذرا خود پر بھی غور کر —؟
سوچ! . . . پہلے تو کیا تھا —؟ اور اب کیا
ہے؟ تجھے ہو کیا گیا ہے؟ — اور اب تو نے
خود پر بھی غور کرنا چھوڑ دیا ہے —،
دیکھ! وقت کو رائیگاں نہ کر۔ ابھی تو جوان ہے
تیرے خون میں جوانی کی گرمی ہے۔ اس وقت
کو برباد نہ کر!
خود پر غور کر! تو ایک انقلابی شاعر ہے۔ میں
پوچھ سکتا ہوں تیرے چہرے پر اضطراب کی شکنیں
کیوں بکھری رہتی ہیں؟ تو ہر وقت اُداس کیوں
دکھائی دیتا ہے۔؟
یہ کیوں؟ آخر یہ کس لئے؟
— ایک لڑکی کے لئے، محض ایک لڑکی کیلئے
کیا تو اپنی زندگی تباہ کر ڈالے گا؟
— اپنے فن کو فنا کر دے گا۔

"ہاں!"

تحت الشعور سے آواز آئی۔

وہ لڑکی! وہ حسین اور نازک لڑکی جس کا حسین
تصور ہر وقت اس کے دل و دماغ پر چھایا رہتا
ہے، جس کا دلکش چہرہ اور مخمور آنکھیں ہر لمحہ اس کے
ذہن پر غالب رہتی ہیں جس کا لانبا
چھریرا اور سنہری جسم ہر ساعت اس کی نگاہوں کے
سامنے رہتا ہے .... کس طرح بھول سکتا
ہے۔ وہ اُسے؟
لیکن! لیکن روز روز انتظار کرتے کس قدر تھک
گیا ہے وہ؟ — ہر وقت کا انتظار، ہر وقت
کی بے کلی —، ہر روز کی مصیبت —،

اس کے شعوری احساسات نے کہا۔

"اے کاش وہ گھر بار سے متعارف نہ ہوتا۔

یا

وہ سحر طراز آواز اور دلکش خد و خال کی مالکہ نہ ہوتی
لیکن اب؟ — اب وہ کس طرح شب و روز
کے انتظار سے چھٹکارا پا سکتا ہے؟
"کیوں نہ وہ ترکِ محبت کر لے؟"

Taj Tahir Foundation

—— اس طرح ہمیشہ کے انتظار اور ہر وقت
کی بے کلی سے اُسے چھٹکارا تو مل جائے گا۔
"تو ایک عظیم مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا"
تحت الشعور سے آواز بلند ہوئی۔
لیکن انتظار کی قیمت تو فراق کی افتاد سے کہیں
زائد ہے۔
بے شک اسے مسلسل کرب و بے چینی میں مبتلا
ہونا پڑے گا۔ وہ کچھ عرصے کے لئے ترکِ
محبت کرے گا۔
اس کی قوتِ ارادی بیدار ہوگئی۔ وہ گھر بار سے کنارہ کش ہو جائے گا،
انجان بن جائے گا، بالکل غیر —— جیسے
وہ اُسے جانتا ہی نہیں . . . . . بالکل ناواقف
جیسے اُسے کبھی دیکھا ہی نہیں . . . کبھی ملاقات
ہی نہیں ہوئی۔
"لیکن کیا تیرے اس بدلے ہوئے سلوک اور
رویہ سے گھر بار غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے گی
کیا تیری ایکا ایکی بے رُخی سے گھر بار کا دل نہ ٹوٹ
جائے گا۔؟" تحت الشعور سے صدا بلند ہوئی۔
"نہیں!" اس کی قوتِ متخیلہ نے پرزور انداز میں کہا۔

Taj Tahir Foundation

"تو اپنے اِس پروگرام سے گھر بار کو مطلع کر دے۔
بتا دے کہ شب و روز کے انتظار سے پیدا شُدہ
وحشت اور تمہاری زحمتوں کے پیشِ نظر وقتی
طور پر کنارہ کش ہو رہا ہوں۔
اس طرح ہر روز کے انتظار، ہر وقت کی
بے کلی اور اذیت سے چھٹکارا تو مِل جائیگا۔
اس نے گھر بار کو ایک مکتوب ارسال کیا۔ اپنے لہو سے تحریر کر کے۔
"گھر بار!"
گر فرصت کی چند ساعتیں مہیا ہو سکیں۔ تو
مجھے عطا کر دو۔ میں تا حینِ حیات ممنون
رہوں گا۔
ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری آخری
ملاقات ہو۔

حُسن پریشان اور جوانی گھبرائی ہوئی آئی۔ شاعر کے اُداس جھونپڑے میں ہجوم رنگ و طرب جُھوم اٹھا۔ ترنم موجیں مارنے لگا۔ اور فضا ایک حسین راگنی میں کھو گئی۔ شاعر مسرور تھا۔ مسرور اور دلشاد۔ اب وہ احوالِ دل گھر بار پر عیاں کرے گا۔ آج وہ اپنی وحشت، بڑھتی ہوئی بے کلی، اضطراب اور اپنے جنون کا بخوبی اظہار کرے گا۔ اور پھر اپنے پروگرام کے مطابق ہر روز کے انتظار کی اذیت سے چھٹکارا حاصل کرے گا۔

Taj Tahir Foundation

اُس نے گھر بار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"آج میں نے تمہیں ایک عظیم زحمت دی ہے، ممکن ہے یہ آخری ہو"

اور پھر اُس کی پیاسی نگاہیں گھر بار کے حسین چہرے پر جم کر رہ گئیں۔ گھر بار نیچی نظروں سے سُن رہی تھی۔

"گھر بار!" شاعر نے گلوگیر آواز سے کہنا شروع کیا "آج کا دن ہماری دنیا میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ دیکھو! یہ ہے میری بیاض" اس کے چہرے پر حسرتیں دم توڑنے لگیں: "— یہ — یہ بیاض" (اس کی آواز میں اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔)

۔۔۔۔۔۔ ہاں ۔۔۔۔۔۔ (وہ چونکا) ہاں تو میں کہہ رہا تھا تم اس بیاض میں — اِس بیاض میں جو میرے اضطراب اور تمہارے حُسن کی ہوش رُبا کیفیات سے پُر ہے۔ آج کی تاریخ، آج کا دن، آجکا سال تحریر کردو"

اس کی وحشت اور بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ جیسے درد کی شدت سے دل شق ہو رہا ہو۔ اُس نے پھر ہونٹوں کو چباتے ہوئے سلسلۂ کلام کو طول دیا۔

"— آج — آج ہماری کائنات کا تاریخی دن ہے"

شاعر کے چہرے پر وحشت و سراسیمگی کے سامان بتدریج بڑھ رہے تھے۔ گھر بار نے شاعر کی سمت حیرانی سے دیکھا۔ آج وہ بڑی عجیب و غریب باتیں کر رہا تھا۔ بعید از قیاس و گمان ۔

وہ حیران تھی۔ آخر اُسے ہو کیا گیا ہے۔ کیوں وہ آج اتنا مایوس و نڈھال ہے جیسے کوئی وقت رخصت الوداع کہہ رہا ہو۔

اس نے شاعر کی سمت پھر بغور دیکھا۔ شاعر کی ویران آنکھوں میں آنسو اُمنڈ رہے تھے۔ آنسوؤں کو جذب کرتے ہوئے اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

"گھر بار! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب ہم تین سال بعد ملیں گے۔ پورے تین سال بعد" اسکی

آواز میں درد و کرب کروٹیں لے رہا تھا۔

"آخر ایسا کیوں؟ گھر بار نے حیرانی سے نگاہیں شاعر کی پیشانی پر گاڑدیں"

"تمہاری ہر روز کی زحمت اور اپنے کٹھن انتظار کے پیش نظر۔ کس درجہ زحمت ہوتی ہے۔ تمہیں ہر روز کتنی مسافت طے کرنی پڑتی ہے تمہیں میری خاطر۔

اور ۔ ۔ ۔ ۔ اور میرا انتظار! خدا کی پناہ! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ درد کی شدت سے

بلبلا اُٹھا۔ اُف! کس درجہ روح خراش ہوتی ہے وہ کیفیت ۔"

"لیکن ۔ لیکن ۔"، گھر بار کی آواز میں رقت تھی۔

شاعر:۔ (کلام قطع کرتے ہوئے) "لیکن کچھ نہیں ماہرو ۔، میں کافی غور کر چکا ہوں۔ بہت سوچ چکا ہوں۔ اس سے بہتر کوئی دوسری تدبیر نہیں!

تم میری اس تجویز کو مان لو ۔، ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔ تمہارا حُسن مجھے اور تمہیں دونوں کو ہلاک کر ڈالے گا ۔ میں تمہارے حُسن کی تاب نہیں لا سکتا گلرو،

گلرو! اب مجھے تمہارے حُسن سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ عجیب سا خوف ۔ اُف! گھر بار خدا کے لئے تم اپنی پلکیں جھکا لو ۔ ورنہ ۔ ورنہ ۔

ہاں ۔ ۔ ۔ ہاں ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہی فیصلہ کیا ہے میں نے ۔ ۔ ۔

تم کو مجھ سے دور ہی رہنا چاہیئے ۔ ۔ اور مجھ کو تم سے ۔ ڈر ہے،

Taj Tahir Foundation

خوف ہے۔ کہیں تمہارا حسن مجھے شیطان نہ بنا دے۔

اُف! تم جاؤ اب ۔ اور آج کے دن کو یاد رکھنا۔ ۔ ۔ ہم اب تین سال سے قبل کبھی نہ ملیں گے۔ ۔ ۔ کبھی نہیں۔ ۔ ۔ کبھی کبھی نہیں ۔،

یقین جانو! تم نظر سے دور ضرور ہو گی لیکن ذہن سے قریب بالکل قریب ۔،

" لیکن! لیکن آپ بہت عجلت کر رہے ہیں اس فیصلے میں۔ ۔ ۔، ہمیں کچھ دن اور سوچنا چاہیئے " گھر بار نے گلوگیر آواز میں کہا،

" نہیں۔ ۔ ۔ ہرگز نہیں، میرے پاس وقت نہیں۔ ۔ ۔، میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ ۔ ۔ سب کچھ بتا چکا ہوں۔ ۔ ۔ تمہیں میرے فیصلے سے اتفاق کرنا چاہیئے۔ ۔ ۔ ۔ تم کو یہ فیصلہ ماننا پڑے گا۔ اسی میں ہماری فلاح و بہبودی ہے "

گھر بار :۔ لیکن ایک دن ——— صرف ایک دن کی مہلت اور دیجئے "

اور شاعر بے بس ہو کر رہ گیا۔

دوسری شب :۔

شاعر نے اپنی نم آلود نگاہیں اوپر اٹھائیں، احساس فراق سے گھر بار کی ڈبڈبائی آنکھوں میں شنگرفی ستارے بکھر رہے تھے حسین رخساروں پر

آنسوؤں کی گلابی بوندیں موتیوں کی مانند رواں تھیں۔

شاعر کی روح کانپ اٹھی۔ اُسے اپنی زندگی کی امید نہ رہی۔

حُسن رو رہا تھا عشق تاب نہ لا سکا۔

شاعر کی آنکھوں سے اشکوں کے سحاب اُمنڈ آئے۔

"تمہاری آنکھوں میں آنسو؟ للہ تم نہ رؤو۔ تمہیں نہیں رونا چاہیے رونا تو صرف میرے ہی لئے ہے۔ اشک تو صرف میرے ہی حصے میں آئے ہیں۔

خدا کے لئے ان حسین آنکھوں سے کہہ دو دریا نہ بہائیں۔ وگرنہ کلیجہ پھٹ جائے گا۔ خدا کے لئے توہین حُسن نہ کرو...... عشق کے چہرے پر اتنے تازیانے نہ لگاؤ کہ اس کی ویران آنکھوں سے لہو برسنے لگے۔

للہ کرم کرو، کہہ دو اِن موتیوں سے کہ اپنے مخزن کی طرف لوٹ جائیں۔

خدارا مت اشک بہاؤ؟ تمہارا ہر آنسو میرے کلیجے میں ایک نیا ناسور پیدا کر رہا ہے۔

اور پھر وہ دونوں اپنے تعمیری پروگرام کے تحت آہوں اور آنسوؤں کے درمیان سسکیاں لیتے ہوئے ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ ایک معین عرصے کے لئے، ایک محدود مدّت کے لئے۔

ہجر کی اُسی شب سے، فراق کی پہلی ہی ساعت سے شاعر تین سال کے اختتام کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔

"تین سال کی طویل مدت"...... اتنا عظیم فراق!.... اتنا دراز ہجر — کتنا پُر اذیت خیال تھا یہ اور کتنا حسرت ناک تھا یہ تصوّر؟

تین ہی دن بعد:۔

— زندگی کے ایک دوراہے پر تصادم ہوا متجسس نگاہیں چار ہوئیں۔ ڈبڈبائی نظریں ملیں — خموش زبانیں سکوت توڑ کر بے ساختہ متکلم ہوئیں۔ ڈوبتے دل ایک بار بے چینی سے دھڑک کر پھر ایک دوسرے کو اپنی اپنی روداد سُنانے لگے۔

سہمی سہمی آرزوئیں اور خوابیدہ تمنائیں یکجا ہو کر پھر نئے سرے سے بیدار ہو گئیں، عہد و پیمان باندھے گئے، باہم قول و قرار ہوئے۔

"ہم ایک دوسرے کو کبھی نہیں چھوڑیں گے
کبھی بھی نہیں — روز ملیں گے — ہر روز،
خواہ کچھ بھی ہو۔
مریں گے تو ایک دوسرے پر نثار ہو کر،
جئیں گے تو ایک دوسرے پر فدا ہوتے ہوئے۔

ایک دلفریب شام:۔

شاعر حسب دستور پائیدان پر دو زانو بیٹھا ہے۔ اور گھر بار کمرے کے وسط

میں۔ زیر طاق۔

بالائے مسند نیم دراز۔

شاعر رُعبِ حُسن سے مغلوب ہے، نگاہیں نیچی، دل مضطر اور تنفس میں ارتعاش۔

گھر بار ــــ فرحاں و شاداں مطمئن و خنداں ــــ، خمار آلود سرمگیں چشم شاعر کی اضطرابی کیفیات اور غیر معمولی خموشی کا تجزیہ کر رہی ہیں۔ شاعر خموش ہے۔ احساسِ کمتری محسوس کر رہا ہے۔ لیکن خوش ہے۔ اس کا مسکن آج بہشت نظیر ہے۔

گھر بار ــــ کامراں و کامیاب، ایک شاعر ــــ ہندوستان کا مشہور و معروف انقلابی شاعر اس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر رہا ہے ــــ غرورِ حُسن بڑھ رہا ہے اور زیرِ لب حُسنِ خود دار کا خفیف سا گل ریز تبسم ہے جس میں تکبر کی جھلکیاں سمٹ رہی ہیں ــــ اور ناز کے اجزا اُمنڈ رہے ہیں۔

شاعر اپنے اضطراب اور جنون کو چھپانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے۔ اس کی مسحور نظریں آہستہ آہستہ گھر بار کی سمت اُٹھتی ہیں اور پُرسحر نگاہوں کی تاب نہ لا کر یک لخت جُھک جاتی ہیں۔ زمین میں گڑ جاتی ہیں۔ وہ رعبِ حُسن سے لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔

فضا پر غیر معمولی سکوت اور خاموشی طاری ہے۔

شاعر:۔ (طویل سکوت توڑتے ہوئے) کوئی خاص بات ماہرو؟

گھر بار:۔ (حسب عادت) آپ سنائیے۔

شاعر:- کیا سُناؤں ـــ ؟ ...... میرے لئے تو ہر وقت ہر لمحہ ایک خاص بات ہوتی ہے۔ نہ جانے تمہارے تصور میں کیا خصوصیت ہے۔ ہر وقت تمہارے خیال میں کھویا رہتا ہوں۔ ذہن کے کُل اوراق پر تمہارے ہی نقوش ہیں ...... ماسوا تمہارے کچھ یاد نہیں مجھے۔

تم خاموش کیوں ہو ـــ ؟ ..... تمہارے چہرے پر اُداسی کیسی؟

گھربار :- (سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے) کچھ نہیں ـــ کوئی خاص بات نہیں۔ میں آپ کی باتیں سُن رہی ہوں ـــ ،

مجھے آپ کی باتوں سے دلچسپی ہے ..... آپ باتیں کیجئے ـــ ؟

شاعر :- (والہانہ انداز میں) گلرو! میں تو ہر وقت تمہیں سے ہمکلام رہتا ہوں۔ جب تم میرے قریب نہیں ہوتیں۔ میں تم سے بالکل قریب ہو جاتا ہوں، بے حد قریب، میرے ہاتھ آہستہ آہستہ تمہارے سر پر سرسراتے ہیں۔ میری انگلیاں تمہارے بالوں میں کنگھی کرتی ہیں۔ اِن اُلجھی ہوئی حسین زلفوں کو بکھیرتا ہوں، اور سمیٹ لیتا ہوں۔ پھر انہیں پریشان کرتا ہوں اور اپنا چہرہ ان کے انتشار میں چھپا لیتا ہوں۔

تمہاری اِن حِنا آلود مرمریں انگلیوں کو اپنے ہاتھوں میں لیکر دباتا ہوں۔ اپنے پیاسے ہونٹوں کے قریب لے جاتا ہوں اور پہروں چُومتا رہتا ہوں۔

ـــــ تم سے باتیں کرتا رہتا ہوں، گھنٹوں، پہروں، تنہائی میں تمہاری آواز میری روح کی گہرائیوں میں گونجا کرتی ہے۔ تمہارا تبسم میری نگاہوں میں مچلتا رہتا ہے، تمہارے نغمے میرے دل کی گہرائیوں میں جذب ہوتے جاتے ہیں۔

Taj Tahir Foundation

گھر بار نے شرما کر نگاہیں نیچی کر لیں۔ چہرے پر حیا کی حسین مسکراہٹ پھیل گئی۔ شاعر کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم گئیں۔ وہ سوچ رہا تھا شرمائی ہوئی نگاہیں زیادہ قیمتی ہیں یا مسکراتے ہوئے ماہتابی رخسار ۔۔۔ یہ خمار آلود نگاہیں۔ زیادہ ہلاکت آفریں ہیں یا یہ دراز اور سیاہ پلکیں جو روح کی گہرائیوں میں چبھی جا رہی ہیں۔

گھر بار شاعر کی اضطرابی کیفیت کا بہ غور مطالعہ کر رہی تھی۔ شاعر یکایک خموش ہو گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن کہہ نہ سکتا تھا۔ اس کے مرتعش ہاتھوں کی مٹھیاں کبھی تیزی سے کھلتیں اور کبھی بند ہوتی تھیں۔ ضبط کرتا تو جگر کے گھاؤ سے لہو ابل پڑتا آہ کرتا تو اندیشۂ رسوائی اور خوفِ فراق لاحق تھا۔ گھر بار کی برہمی کا خدشہ دامن گیر۔

شاعر۔۔۔ (رجز پڑھتے ہوئے جذبات سے مغلوب ہو کر نہایت عجز سے)

گھر بار: خدا کے لئے اپنی ضو ریز نگاہیں نیچی کر لو،۔
اپنی پلکیں جھکا لو۔ میں تمہاری پلکوں کی تاب نہیں لا سکتا،
تمہاری دراز، نکیلی اور سیاہ پلکیں میرے قلب کی
گہرائیوں میں چبھتی جا رہی ہیں۔
للہ اپنی حسین اور سرمگیں آنکھیں نیچی کر لو، یہ نکیلی
پلکیں جھکا لو ۔۔۔ ان کی آب و تاب میں میرا دل
تڑپا جا رہا ہے۔ ان کی دمک سے میری نگاہیں
خیرہ ہوئی جا رہی ہیں ۔۔۔ خدا کے لئے اپنی حسین
آنکھیں ان گھنی پلکوں کے سائے میں لے لو۔ ورنہ
میرے زخموں کے بند ٹوٹ جائیں گے اور قلب کے

گھاؤ اور گہرے ہو جائیں گے۔ اچھا یہ لو۔ تم اس کتاب
کا مطالعہ کرو۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ آج غور
سے اور جی بھر کے۔

گھر بار نیچی نظروں سے پڑھتی رہی اور شاعر اپنی پیاسی اور ترسی ہوئی آنکھوں کو اس کے حسن سے تسکین دیتا رہا۔ گھر بار سکوتِ پیہم سے صدائے دل سن رہی تھی اور شاعر خود کو سیراب کر رہا تھا۔ وہ از خود رفتہ تھا بالکل بے خبر، چہرے کا رنگ آہستہ آہستہ متغیر سا ہونے لگا۔ نگاہیں گھر بار کے چہرے پر جم کر کھو سی گئیں۔

وہ گھر بار کے حسن کو اپنی نگاہوں سے اخذ کر رہا تھا اور قلب کی گہرائیوں میں جذب۔ وہ مدہوش ہو گیا بالکل بے خود۔

گھر بار حیران تھی۔ خاموش اور متجسس۔ سکوت توڑنے کے لئے وہ موضوع تلاش کر رہی تھیں۔

یکایک شاعر نے ایک بدحواس اور پُر تمنا آہ سرد کھینچی۔ فضا میں ایک شوق آمیز حسرت بلکنے لگی۔

اس کے چہرے پر چند لمحوں میں مختلف رنگوں کی جھلک ظاہر ہوئی۔

شاعر:۔ (والہانہ انداز میں بے ساختہ) گھر بار! میں تمہاری آنکھیں چومنا چاہتا ہوں۔۔۔ ان حسین اور مخمور آنکھوں کو، ان سرگمیں اور لانبی آنکھوں کو۔

(جذبات کی انتہائی شدت میں) ۔۔ اور ان دراز کیلی
سیاہ فام پلکوں کو ۔۔۔ سرمے کی اس حسین تحریر کو جو
آنکھوں کے حسین گوشوں سے سرسرا رہی ہے ۔۔۔

مجھے اپنی حسین آنکھیں چومنے دو۔

گھر بار! چومنے دو ان سرمگیں اور مخمور آنکھوں کو!

گھر بار پر بجلی گر پڑی حسین لب حیرت سے کھل گئے۔ آنکھیں تعجب سے حیرت کدہ بن گئیں

سہم کر پیچھے ہٹی، جھجک کر مڑی۔ اور سمٹ کر بیٹھ گئی۔

شاعر مدہوشی کے عالم میں۔ جذبات سے مغلوب ہو کر بانیدانہ آگے

بڑھنے لگا۔ غالیچے کی طرف،

گھر بار سمٹ کر سنبھلی اور گاؤ تکیے سے لگ گئی۔

شاعر۔ "میں تمہاری حسین آنکھوں کو چومنا چاہتا ہوں...

ان حسین آنکھوں کو، . . . . ان مخمور نگاہوں

کو۔ اور ان دراز پلکوں کو، ایک بار۔ صرف ایکبار

... کیا کہا۔ "نہیں!" (نالۂ بے اختیار فضا میں

گونج اٹھا) . . . ایسا نہ کہو . . . میرا دل نہ توڑو۔

مدت سے اسی آرزو میں جی رہا ہوں۔ ہمیشہ سے

یہی ایک تمنا تھی۔ لیکن کہہ نہ سکا کبھی۔

جرأت نہ ہو سکی۔

.. لیکن آج .. ؟ ... آج تمہارے سرمے کی

اس مچلتی اور بڑھتی ہوئی حسین تحریر نے میری دبی

ہوئی خواہشات کو بے طرح ابھار دیا ہے۔ تم نے

اور تمہاری سرمگیں آنکھوں نے میرے دل پر

ناقابلِ برداشت تازیانے لگائے ہیں۔

میں کبھی اپنی اس بے چین خواہش کو زبان پر نہ لاتا۔

لیکن کروں کیا ۔ مجبور ہو گیا۔ ضبط نہ کر سکا۔

لِلّٰہ! زیادہ پریشان نہ کرو۔ چومنے دو سُرمے

کی اس تحریر کو، ... ان حسین اور خمار آلود آنکھوں کو،

ان نکیلی اور دراز پلکوں کو ۔"

شاعر مستانہ وار جھومتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

گھربار :۔ "نہیں ۔ ہرگز نہیں"

شاعر :۔ (انتہائی حیرت کے ساتھ) کیوں ۔ ؟ آخر ایسا کیوں ... !

کیا تمہارے دل میں میری ذرا بھی قدر نہیں ۔،

ذرا بھی وقعت نہیں ؟"

گھربار جھجکتی ہوئی چاہت کا اعتراف کرتے ہوئے نیچی نگاہوں اور دھیمی

مسکراہٹ کے ساتھ اپنے آنچل کو انگلی میں اُلجھاتے ہوئے اثبات میں گردن ہلاتی ہے ۔

شاعر :۔ "تو پھر کونسی شے مانع ہے. خدا کے لئے مجھے زیادہ نہ

تڑپاؤ ... ...

دیکھو! میری نبضیں کتنی سست چل رہی ہیں، اور میرا

دل کس قدر تیزی سے دھڑک رہا ہے ! ۔۔ سنو

میرے دل کی صدا . . . . اور اگر چاہو تو جگر کے وہ

ناسور بھی دیکھ لو جو تمہاری ان نکیلی مژگاں کی پیداوار ہیں۔

چومنے دو مجھے۔ ان سُرمہ بھری آنکھوں کو؟

للٰلہ! مت روکو . . . . ، خدارا! مان جاؤ۔

آخر تم مجھے روکتی کیوں ہو؟

کیا کہا ــــ؟ سرمہ خراب ہو جائے گا تمہارا۔

اُف! (شاعر کا دل ایک زبردست صدمے سے

پسلیوں سے ٹکرایا)، اور میرا دل، میرا دل خراب ہو گا

کیا؟ . . . ــ نرم و نازک آبگینہ ٹوٹ نہ جائیگا کیا۔؟

اُف! تمہاری سُرمہ بھری آنکھیں رحم سے خالی

ہیں۔ تم بہت سنگدل ہو اور بے مروت بھی۔

(انتہائی التجا آمیز انداز میں)، گھربار! میں صرف آنکھیں چومونگا، اس سے سوا کچھ نہیں۔

اگر تم کچھ اور سمجھتی ہو تو یہ تمہاری غلطی ہے۔

دیکھو! ضد نہ کرو ــــ، وقت تیزی سے گزر رہا ہے

للٰلہ! رائیگاں نہ کرو اِن قیمتی لمحات کو ــ تمہیں میری

تنہائیوں، میرے خوابوں کا واسطہ! میری مجبور

امنگوں اور پیاسی نظروں کا واسطہ! بند کرو اپنی

حسین آنکھیں، میں اپنے مضطرب ہونٹوں کو

ان کی خنکی سے سیراب کروں گا۔"

گھربار: ــ (خائف ہو کر پیچھے سرکتے ہوئے) "اس سے فائدہ بھی کیا؟

تغافل نے عرضِ تمنا کو شدید کر دیا ــ شاعر: ــ "تو پھر . . اسمیں

تمہارا نقصان ہی کیا ہے ؟"

گھر بار :۔" میں نے کہا نہ سرمہ خراب ہو جائے گا۔ سیاہی پھیل جائے گی۔

شاعر :۔ تم بہت سیاہ دل ہو . . . . . لیکن نہیں! (جنونی کیفیت میں مچلتے ہوئے) میں آج انہیں چوم کے دم لوں گا۔

گھر بار :۔ آج نہیں ۔۔ پھر . . . . ! ۔۔ پھر! (گھر بار نے اپنی خمار آلود نگاہیں شاعر کی پیاسی آنکھوں پر جمادیں)

شاعر :۔ اُف! دشمنِ جاں ۔۔ کاش تم کہہ دیتیں کبھی نہیں، ہرگز نہیں۔ کبھی بھی نہیں ۔۔،

تم نے " پھر کیوں کہہ دیا . . . . کیا کہہ دیا تم نے ؟ . . . . .

اُف! بڑا ظلم کیا ہے تم نے . . . . . ؟

اب میں اس لفظ " پھر " کے خیال میں ،۔ اس دن کے انتظار میں . . . . ان حسین گھڑیوں کے سپنوں میں کتنے دن تڑپتے اور آہیں بھرتے ، کتنی راتیں جاگتے اور بے چین ہوتے بسر کروں گا۔

. . . . . کاش تم کہہ دیتیں کبھی نہیں ، ہرگز نہیں . . . . . یہ ناممکن ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا

بہت بے چین اور بے کل کر دیا ہے تم نے !

دفعتاً ٹائم پیس کے الارم نے محدود وقت کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ سلسلہ موضوع یک لخت قطع ہو گیا۔

گھر بار :۔ سنئے ! الارم بج رہا ہے . . . . مجھے اب اجازت دیجئے۔ دیر ہو جائے گی نہیں تو ۔۔،

شاعر :۔ "سن رہا ہوں یہ خطرے کا اعلان ہے ۔ ،
جانتا ہوں یہ میرے اضطراب اور وحشت کی پیشین گوئی
ہے ۔ یہ میرے آغاز جنوں کی علامت ہے ۔ ۔ ۔ ۔
غالباً اب تم چلی جاؤ گی ۔"

گھر بار :۔ جی ہاں ! مجھے اب اجازت دیجئے ۔ ، وقت کافی ہو چکا ہے ۔
مجھے جانے دیجئے ! ۔ ۔ ۔ ورنہ گنڈی لگ جائے گی گھر میں ۔ وہ یک لخت کھڑی ہو گئی
(شاعر گھر بار کو روکتے ہوئے) ذرا ٹھہرو ! ۔ ۔ ۔ محض چند ساعت کیلئے
تم اپنا چہرہ روشنی کے قمقمے کی طرف کر دو ، اور آنکھیں
بند کر لو ! ـــــ تاکہ میں تمہیں غور سے دیکھ سکوں ۔
ـــــ میں تمہیں آج غور سے دیکھنا چاہتا ہوں غور
سے اور بہت قریب سے ۔
للہ ! کر دو اپنا چہرہ اس طرف ! میں تمہیں آج خوب
جی بھر کے دیکھنا چاہتا ہوں ۔ تمہارے حسن کا بہت
قریب سے بغور مطالعہ کرنا چاہتا ہوں آج "۔

گھر بار :۔ مجھے نظر لگ جائے گی ۔
شاعر :۔ (حیرت سے) کیا کہا ۔ ؟ نظر لگ جائے گی ۔ ؟ تم بہت
سنگدل ہو اور بے مروت بھی ،
اس کی مایوس نگاہیں ٹائم پیس پر پڑیں ۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا ۔
اُف ! یہ ٹائم پیس پاگل ہو گئی ہے بدبخت ! نہ جانے

گیا ہو گیا ہے اسے،

کم بخت! دشمن ہوتی جا رہی ہے میری! کبھی اسکی
رفتار تیز ہو جاتی ہے، کبھی مدھم ——،
کچل ڈالوں گا میں اسے — بالکل اپنے ارمانوں
کی طرح،

اس نے پھر مایوسی سے حسرت آمیز انداز میں گھر بار کو تکا۔ ایک سرد آہ خلا میں گونج کر رہ گئی۔

وہ کھڑا ہو گیا —" اچھا آؤ! — میں تمہیں چھوڑ آؤں —، تمہارے گھر تک۔"

گھر بار:۔ (چلتے ہوئے) آپ کو تکلیف ہوگی۔

شاعر:۔ مجھے صرف دو اوقات میں تکلیف ہوتی ہے۔

گھر بار:۔ (تجاہلِ عارفانہ سے) کب.....؟

شاعر:۔ ایک تمہاری آمد سے قبل اور ایک رخصت کے بعد ——،

اس احساس سے ممکن ہے گھر بار اس کی اس بے جا خواہش اور غیر مناسب حرکت سے برہم ہو — وہ بے کل ہو گیا۔ بہت زیادہ بے چین اس نے اعترافِ جرم کر لیا

"—— تم ناراض معلوم ہوتی ہو.....؟

واقعی میں نے بڑی غلطی کی ہے ——،

تمہارے جذبات کو ٹھیس لگی ہو گی؟

Taj Tahir Foundation

۔ ۔ ۔ ۔ تم مجھے معاف کردو!

میری خطاؤں کو بخش دو!

للّٰلہ! کہہ دو کہ میں نے تجھے معاف کیا۔

کہدو! کہدو خدارا! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لیکن! ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔

دراصل میری اس خواہش کا محرک، تمہارا سرمہ اور مخمور آنکھیں ہیں۔

—— میں نہیں، تم قصوروار ہو۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بری الذمہ ہوں۔ ۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ میری اس بےچین آرزو کا سبب دراصل تمہارے سرمہ کی کھنچی ہوئی سیاہ تحریریں ہیں۔

نہیں! نہیں! ۔ ۔ ۔ غلطی دراصل میری ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اقبالِ جرم کرتا ہوں۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سرمہ تو سب ہی لگاتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر سرمہ بھری آنکھ کو چوما بھی جائے۔ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔ تم مجھے معاف کردو!

خدارا ایک بار! صرف ایک بار کہہ دو۔ کہ میں نے

تجھے معاف کیا۔

گھربار:۔ ناحق شرمسار کرتے ہیں آپ!

شاعر:۔ تم جتنی حسین ہو اس سے کہیں زائد بااخلاق بھی۔

۔۔۔ واقعی میں نے تمہیں بہت زحمت دی ہے آج!

لیکن تم ملنا ترک نہ کرنا۔۔۔۔۔۔ خدارا! کل ضرور آنا۔۔۔!

گھربار:۔ اگر میں کل نہ آؤں ـــ؟

شاعر:۔ تو میں بے کل ہو جاؤں گا ـــ۔ (اس کا اضطراب جنون کے انتہائی نکتے پر پہنچ گیا)

۔۔۔۔ تم ضرور آنا کل ـــ، تمہیں میری زندگی کی قسم!

اور شاعر کی روحِ حیات اُس سے رخصت ہوگئی،

گھربار کئی دن تک نہ آئی۔ شاعر پر جمود طاری ہوگیا۔ تمام رات بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا۔ اسی طرح شاعر نے کئی راتیں گھربار کے انتظار میں آنکھوں ہی آنکھوں میں گذار دیں۔ شاعر کو کبھی بھولے سے نیند آجاتی تو گھربار کی یاد اس کے دل میں چٹکیاں لے کر جگا دیتی۔

ایک تاروں بھری رات

"اے مہر افروز کہاں تھیں تم۔۔۔۔؟ تمہارا حامد تمہارے لئے بے چین و بے قرار تھا۔

اے فیروزہ جمال!

۔۔۔۔۔۔ تمہارے بغیر میری راتیں ویران ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ بہت بے چین اور پُر اضطراب۔ شب کو جب کل عالم محوِ خواب ہوتا ہے میں اکثر تمہارے خواب دیکھا کرتا ہوں ـــــ، میری آنکھیں بند ضرور رہتی ہیں۔ لیکن ذہن تمہاری یاد میں بیدار رہتا ہے۔ ہر شب تمہارے ہی خواب دیکھا کرتا ہوں ـــــ،

اُف! گذشتہ رات میں نے بڑا حسین و جمیل خواب دیکھا تھا گلرو!"

گھر بار:۔ کیا دیکھا تھا آپ نے ـــــ؟ (اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے)

شاعر:۔ (آہ سرد کے بعد) کیا بتاؤں ـــــ؟ کیا دیکھا تھا میں نے۔۔۔؟ ۔۔۔۔ تم ناراض ہو جاؤ گی۔ تمہاری برہمی کا احساس مجھے ضبط پر مجبور کر رہا ہے۔

گھر بار:۔ آپ سنائیے تو! ـــ میں اور آپ سے ناراض ہو جاؤں؟ غیر ممکن ہے ـــ، بالکل ناممکن۔۔۔۔۔۔۔!

شاعر:۔ اچھا! تم اپنی پلکیں جھکا لو ـــ، تاکہ میں تمہیں غور سے تکتا رہوں

اور سُناتا رہوں۔

اُف! تمہاری نکیلی اور سیاہ، دراز پلکیں میرے قلب کے تازہ گھاؤ میں ناسور پیدا کر رہی ہیں۔

..... تم بہت حسین ہو ــــ تمہاری آنکھیں کس قدر پرخمار ہیں؟ یہ تاروں بھری رات، یہ دمکتا ہوا چاند، یہ خموش فضا ــــ، میری اور تمہاری قربت، یہ سب میرے اس خواب کی حسین تعبیر ہے (پھر اس نے مجنونانہ انداز میں آسمان کی جانب دیکھا) ماہرو! یہ چاند تمہارے رُخِ تاباں کا پَرتو ہے۔

یہ بکھرے ہوئے تارے۔ میری سرد آہوں اور جگر خراش نالوں کے شرارے ہیں۔

اے رشکِ قمر! دیکھو........ چاند ہالے میں ہے۔ تم بھی میری آغوش میں آجاؤ۔

گھر بار:۔ (موضوع بدلتے ہوئے) آپ خواب سُنارہے تھے ــــ؟

شاعر:۔ ہاں! (قدرے چونک کر) ...... میں خواب سنا رہا تھا۔ کیا کہہ رہا تھا میں......؟

(پھر مدہوش ہو جاتا ہے)...... ہاں! تمہاری پلکوں میں اُلجھ کر رہ گیا تھا ــــ،

..... تم کس قدر حسین ہو۔

اُف! تمہاری مخمور نگاہیں،..... تمہارا گل ریز تبسم،

Taj Tahir Foundation

گھر بار:۔ (شاعر کا رجحان بدلتے ہوئے) "لیکن وہ خواب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟"

شاعر:۔ ہاں! (وہ سنبھل کر بیٹھ گیا) وہ خواب ابھی بہت حسین ہے، تمہاری ہی طرح ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بس ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔ تم اپنا چہرہ ذرا قمقمے کی طرف کر دو ۔ ۔ ۔ ۔ ! میں تمہیں سناتا ہوں

گھر بار:۔ (حیرت سے) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔؟ آج کیسی باتیں کر رہے ہو تم ؟"

شاعر:۔ (عالم خود رفتگی میں) تم ٹھیک ہی سمجھ رہی ہو۔ میں پاگل ہو گیا ہوں آج۔

لیکن! ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن محبت میں سب ہی پاگل ہو جاتے ہیں۔ گل فام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں! تو میں کہہ رہا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔

گھر بار:۔ خواب سنا رہے تھے آپ!

شاعر:۔ ہاں! مجھے یاد آیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ایک سنہری اور دلفریب شام! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم میرے قریب ہو۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں، قریب سے اور بہت غور سے، یکایک میں تم سے قریب تر ہو گیا ۔ ۔ ۔ پہلے سے کہیں زیادہ قریب ۔ ۔ ۔، ۔ ۔ ۔ میرے لئے۔ میرے بازو وا ہو کر دراز ہو گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور تم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نڈھال ہو کر میری آغوش میں سمٹ آئیں۔ پھر نہ جانے کیوں اور کس طرح میرے مضطرب اور پیاسے ہونٹ بے ساختہ تمہارے نکھرے ہوئے اور شاداب رخساروں سے لپٹ گئے۔ اُف! میں بیہوش ہو گیا ۔ ۔ ۔ ۔ تمہارے حسین اور سرخ و سپید رخساروں سے

Taj Tahir Foundation

مستی نواز رس پیتا رہا۔ ہر گھونٹ آبِ حیات بن کر میرے حلق سے

اترتا گیا........ زندگی میری نس نس میں سماتی چلی گئی۔

لیکن! میری پیاس نہ بجھ سکی —، میں پیتا ہی گیا — خُم پر خُم —

نہ جانے کب....... اور کتنی دیر تک —،

— اور تم —؟...... تم بالکل ساکت رہیں —،

اُف! بڑا جمیل خواب تھا وہ۔ لیکن!........ لیکن میری

پیاس نہ بجھ سکی —،

میں مضطرب رہ گیا....... میں پیاسا ہی رہ گیا۔ ماہرو!،

شاعر کی وحشتوں میں ایکا ایکی جنوں بیدار ہو گیا۔ شرابیوں کی طرح

جھومتا ہوا وہ ایک دم آگے بڑھا۔

شاعر۔ (انتہائی جذباتی کیفیت میں) وہ خواب تھا۔ لیکن حقیقت

ہے...... اب تم میرے قریب ہو۔ لاؤ ذرا

میرے قریب........ ان سرخ اور شاداب رخسارو

کو —، ان شگفتہ اور رس بھرے ہونٹوں کو.....

.... ان کو چومنے دو مجھے...... میں اپنی

تشنہ روح کو تسکین دوں گا۔

میں پیاسا ہوں، ماہرو!........ مدت سے، جب سے تمہیں دیکھا

ہے۔ اتنی سرد مہر نہ بنو مہر افروز!

لاؤ ذرا میرے قریب اپنے فروزاں چہرے کو —، ایں

اس پر مہرِ الفت ثبت کردوں گا۔ آج میں اپنی محبت

کو تمہارے حُسن سے فروغ دوں گا۔

گھربار:۔ چھوڑ دیجئے میری کلائی ——! . . . . دیکھئے! چوڑیاں

ٹوٹ جائیں گی میری . . . . . . ،

شاعر:۔ اور . . . . . اور میرا شیشۂ دل —؟ . . . وہ بھی

تو ٹوٹ جائے گا۔

—— دیکھو! میری نبضیں کس قدر تیز چل رہی ہیں، . . . میرا دل

کس درجہ بے ربطی سے دھڑک رہا ہے —— اس دھڑکن کو سننے کے لئے

کانوں کی نہیں، آلوں کی نہیں، نگاہوں کی ضرورت ہے۔

. . . . . انہیں اپنے دل سے ہم آہنگ ہونے دو گھربار!

دیکھو! . . . . . وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ —— ان زرین

لمحات کو رائیگاں نہ کرو!

ڈر ہے، خوف ہے کہیں تارے ڈوب نہ جائیں ——، کہیں یہ پرکیف

ماحول ماند نہ پڑ جائے ——،

اے سحر طراز!

دیر نہ کرو، مان جاؤ میری بات ——،

. . . . . . دیکھو! کہیں سحر نہ ہو جائے —— یا کسی

راہزنِ الفت کو اطلاع نہ پہنچ جائے۔ ہمیں اس

سنہری موقعے سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔

Taj Tahir Foundation

پھر...... خدا جانے تم یہاں آؤ یا نہ آؤ —،
اگر آؤ بھی تو شاید یہ ماحول نہ پیدا ہو سکے۔،
خدا جانے دلوں میں پھر یہ لگن ہو کہ نہ ہو۔؟
ہو سکتا ہے کہ ہم اس بزم زمانہ میں سلامت
نہ رہیں —، اگر ہوں بھی تو ممکن ہے، ہمارے
یہ جذباتِ محبت نہ رہیں۔

ذرا سوچو! غور کرو! ہمیں ان حسین اور زرین
لمحات کو ہرگز رائیگاں نہ کرنا چاہئے — جب
تم قریب نہیں ہوتیں —، میری بے تاب نگاہیں
تمہیں دیکھنے کے لئے ترستی ہیں لیکن! ...
لیکن! اب تم میرے قریب ہو —، ان گرانقدر
لمحات کو میں کسی عنوان رائیگاں نہ کروں گا۔

دیکھو! ثانی بیلے! ...... رات کی زلفیں بکھرتی جا رہی
ہیں، — نیلی شب کی چادر سرکتی جا رہی ہے
سپیدۂ سحر کا خدشہ لاحق ہے —۔
میرے ہونٹ، میرے پیاسے اور ترسے ہوئے
لب التفاتِ عہد کی تکمیل میں بے چین سے پھر رہے ہیں
رہے ہیں۔

یاد ہے تمہیں اپنا وعدہ ...... تمہیں اپنے

وعدے کی اہمیت نہیں معلوم — ؟ میں تمہارے
وعدے پر جی رہا ہوں مہر بالو! صرف تمہارے
وعدے پر دیکھو! میرے ہونٹ پیاسے ہیں — ،
میری روح تشنہ ہے۔

یقین جانو! میرے بجھتے ہوئے دل میں اس
سسکتی ہوئی حسرت کے سوا کچھ بھی نہیں — ،

یاد ہے تمہیں اپنا وعدہ — : تم نے ایک بار
میری آرزو کو ملتوی کر دیا تھا لیکن ۔ ۔ ۔ ! آج
— ، آج تمہاری ان سرمگیں آنکھوں کو دیکھ کر سرمے
کی اس گہری تحریر کو دیکھ کر میرے جنون کی مشعل
پھر بھڑک اٹھی ہے۔

میری تمنائیں جاگ گئی ہیں — ، پھر نئے
سرے سے آرزوئیں بیدار ہو چلی ہیں۔ تمہاری
خمار آلود آنکھوں نے مجھے مخمور بنا دیا ہے گلنار!
۔ ۔ ۔ شرابی اور متوالا ...... ، میں ان میں مستیوں
کی جھلک پاتا ہوں۔

...... میں ان کو چومنا چاہتا ہوں ماہرو! ...... ان
حسین آنکھوں کو ،
— صرف مداوائے الم کے لئے محض تسکین روح

اور تشفئ قلب کے لئے۔"

ماحول پر کچھ دیر سکوت اور پراسرار خاموشی طاری رہتی ہے۔ شاعر اضطرابی کیفیت میں آگے بڑھنے لگتا ہے۔ مسند کی طرف۔ جہاں گھر بار بیٹھی تھی۔

شاعر:۔ اچھا:۔ دیکھو! مسند کے جنوب مشرقی گوشے کی سمت جہاں تکیہ پڑا ہے۔ تم اپنا سر رکھ دو، لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں صرف دیکھنا چاہتا ہوں ـــ قریب سے اور بہت غور سے کیا کہا : تمہیں خوف معلوم ہوتا ہے۔

ڈرو نہیں ـــ، خوفزدہ نہ ہو

جانتی ہو! مسلسل ایک سال سے مل رہے ہیں ہم۔ اور مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے ہم ایک دوسرے کو پیدائش کے وقت سے جانتے ہیں۔

رباب محبت کے حسین تار جھنجھنا اٹھے۔

گھر بار نے جھجکتی چاہت کے ساتھ شاعر کی درخواست منظور کرلی۔

شاعر خوشی میں دیوانہ وار جھوم اٹھا۔

ٹھیک! ـــ اب تم اپنی آنکھیں بند کرلو۔

گھر بار:۔ تم نے صرف لیٹنے کو کہا تھا۔

شاعر:۔ میری اچھی گلرو! بند کرلو اپنی آنکھیں ـــ صرف چند ساعت کے لئے ـــ۔

محض چند لمحات کے لئے دیکھو! میں بے قرار ہو رہا ہوں سنو!

میرے دل کی صدا۔

——— بند کرلو اپنی آنکھیں ——— میں ان کی تاب نہیں لا سکتا۔

للہ! جھکا لو ان پلکوں کو ———،

گھربار نے آنکھیں بند کرلیں۔ شاعر بغور تکنے لگا۔ اُف! تم کس درجہ حسین

——— از حد حسین اور دل کش" وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کے

چہرے پر جھکنے لگا۔ گھربار نے ہاتھ چہرے پر رکھ لیے ———، شاعر بلبلا اُٹھا۔

اُف! چاند نے اپنے رُخِ زیبا پر بدلیوں کی نقاب ڈال لی۔

کیا ہوگیا ہے تمہیں ..... ؟ ہاتھ ہٹاؤ

چہرے پر سے!

——— ڈھیلا چھوڑ دو اپنا بدن .....،

للہ! چہرے پر سے ہاتھ ہٹالو ———؟

گھربار:۔ تم نے صرف لیٹنے کو کہا تھا۔

شاعر:۔ ہاں! ہاں! میں نے کہا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں تمہیں

غور سے اور بہت قریب سے ——— بلب کی اس تیز روشنی

میں قمقموں کی اس جگمگاہٹ میں، ——— لیکن ..... لیکن

تم نے اپنے حُسن کو روپوشش کرلیا

مان جاؤ۔ للہ! ——— ہٹالو چہرے پر سے ہاتھ .....،

گھربار نے ہاتھ ہٹالیے۔ پلکیں کھلیں اور کھل کے جھک گئیں

شاعر کا سانس رُک گیا اور دل اپنے مقام سے ہٹ کر دھڑکا

Taj Tamir Foundation

کچھ دیر سکتہ سا طاری رہا۔ وہ گھر بار کو تک رہا تھا۔ غور سے اور بہت
قریب سے وہ بے خود ہو گیا۔ گلرو! بہت حسین ہو تم! . . . . بہت زیادہ حسین
تمہارے حُسن میں مہتاب کی رعنائی اور خورشید کی
تابانی ہے۔

اُف! تمہارے یہ دہکتے ہوتے رخسار،
یہ پرنور پیشانی — ، یہ مخمور نگاہیں —،
یہ دراز اور گھنیں پلکیں —،
اُف! کس قدر حسین ہو تم!

اور پھر اس کی نگاہیں ابروؤں کے خم پر جم گئیں —، اس کے
چہرے کا رنگ تیزی سے بدلنے لگا۔ اور جنونی کیفیت طاری ہونے لگی۔

گلرو! یاد ہے تمہیں، اپنا وعدہ!
آج میری قسمت جاگ گئی ہے، نصیب جگمگا اٹھے ہیں
اس دن کے خیال میں، ان لمحات کے انتظار میں —
نہ جانے کب سے میری روح سلگ رہی تھی۔
آج . . . . . ! آج میں بہت خوش ہوں، میں کائنات
کا خوش قسمت ترین انسان ہوں۔

. . . . . . لاؤ ذرا میرے قریب . . . . ، اور قریب
اور قریب —— ان سرمگیں آنکھوں کو — ان دہکتے
ہوئے شاداب رخساروں کو۔

Taj Tahir Foundation

— ان رس بھرے حسین ہونٹوں کو.....و۔

مستانہ وار جھومتا ہوا۔ قریب تر ہونے لگا۔)

گھربار تلملا اٹھی...... لیکن آپ نے صرف آنکھیں چومنے کو کہا تھا..

شاعر:۔ بے شک! تم درست کہتی ہو۔

تم نے اس دن میری پہلی اور آخری خواہش

کو ملتوی کر دیا تھا۔ تمہارے اس روز کے التوا نے

میری تمناؤں میں آج بہ یک وقت دو خواہشات

کا مزید اضافہ کر دیا ہے — آج میں ان سرخ

رس بھرے ہونٹوں کو بھی چوموں گا، ان حسین

سرخ رخساروں کو بھی — ان پر سحر نگاہوں کو بھی۔

میری آرزوؤں میں ترمیم ہوتی جا رہی ہے اب

دیکھو! وقت تیزی سے گزر رہا ہے اسے برباد نہ کرو!

اس وقت دس بجے ہیں — اور ساڑھے

دس بجے تم یہاں سے چلی جاؤ گی۔ اُف

کاش وقت کچھ دیر کے لئے ساکت ہو جائے۔

(ٹائم پیس فطری طور پر یکایک بند ہو جاتی ہے، اب ٹائم پیس کی ٹک ٹک

کی آواز کی جگہ فضا میں دو دلوں کی دھڑکنیں تیزی سے تیر رہی ہیں۔)

تم نے چہرہ پھر ڈھانک لیا — ؟ — میری قسمت

پر سیاہی پھر چھا گئی۔

للّٰلہ! ہاتھ ہٹالو چہرے سے ــــ ؟

گر تمہارے دل کے کسی گوشے میں میری ذرا بھی قدر موجود ہے۔ تو چومنے دو مجھے ..... ان شاداب رخساروں کو ــــ ؟

ان کے عوض میں اپنی زندگی بھی دے سکتا ہوں، اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔ تم بہت سنگدل ہو! میرے زخموں سے لہو رِس رہا ہے۔ اور تم مرہم مہیّا کرنے سے انکار کرتی ہو۔

للّٰلہ! میرے ہونٹوں سے آبِ حیات کا پیالہ نہ چھینو!

چومنے دو مجھے! ان حسین اور شاداب رخساروں کو!

جوانی بے محابا حُسن پر جُھک گئی۔ محبت اور ایثار نے حیا کو ایک طرف دھکیل دیا۔ جھجک تار تار ہوگئی، نڈھال ہوکر گھبار نے ہاتھ چہرے سے ہٹالئے شباب میں ڈوبی ہوئی نگاہیں اٹھیں، جھکیں۔ اور پھر آہستہ سے بند ہوگئیں شاعر کے گُھٹے ہوئے جذبات مچلے اور آغوشِ شوق وا ہوگئی، گھبار کے بھڑکے ہوئے جذبات برانگیختہ ہوئے اور اُس نے خود کو سپرد کردیا۔

شاعر نے اپنے ہونٹ میکدے سے ٹکرا دیئے، مدت کے پیاسے ہونٹ یکبار پھڑک کر لپٹ گئے، عشق کے تشنہ لب حُسن کے شاداب رخساروں سے روح افزا رس کشید کرنے لگے۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ شاعر مدہوش ہوگیا ـــــ، متوالا ـــــ بدمست۔ وہ نغموں میں جھولنے لگا۔ گھر بار کا سالنس تیزی سے چل رہا تھا۔

شاعر از خود رفتہ تھا ـــــ، آپے سے باہر . . . . بے خود، بالکل بے خبر مدّت کے پیاسے ہونٹ روحِ حیات سے آبِ حیات کشید کر رہے تھے۔

قریب ہی ہیٹر پر چائے کا پانی تیزی سے اُبل رہا تھا۔

شاعر مدہوش ہے، بدمست اور متوالا ـــــ نشے میں چوُر

چائے کا جوشیدہ پانی کیتلی سے اُبل کر ہیٹر پر گرتا ہے چھَنَن . . . .

چھنَن کی آواز تیزی سے فضا میں مرتعش ہوتی ہے۔ شاعر کے جذبات سے خمار ڈھلتا ہے، بدن میں گرم سنسنیاں مچلتی ہیں۔ اور جسم سے گدگدیاں بلبلا کر سرسرا جاتی ہیں۔

گھر بار:۔ دیکھئے! پانی جوش کھا کر تیزی سے اُبل رہا ہے ـــــ، ہیٹر سرد نہ ہو جائے کہیں ـــــ؟

شاعر:۔ (عالمِ مدہوشی میں) اس پانی کو اُبلنے دو ـــــ، اور اُبلنے دو، ـــــ خوب جوش آنے دو اس میں ـــــ حتیٰ کہ یہ دہکتا ہوا ہیٹر سرد ہو کر رہ جائے۔

(یکایک قدموں کی آہٹ اپنی طرف رجوع کر لیتی ہے)

گھر بار:۔ کوئی آ رہا ہے شاید ـــــ؟

شاعر عالمِ سرشاری میں جھومتا ہوا الگ ہو جاتا ہے۔

سہیل

Taj Tahir Foundation

شاعر:۔ تم نے یہ بھڑکتی ہوئی آگ سرد نہ ہونے دی ۔ ؟

گھر بار:۔ اسے بھڑکتا ہی رہنا چاہیے ۔

شاعر:۔ میں تمہارے لئے چائے بناتا ہوں اب:

گھر بار:۔ آپ بیٹھئے! باتیں کیجئے — ؟

شاعر:۔ تم چائے تو پی لو! — اور باتیں تو ہم کریں گے خوب جی بھر کے ۔!

گھر بار:۔ لیکن — یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا —، اور چائے تو ہم روز ہی پیتے ہیں ۔

شاعر:۔ تم نے ٹھیک ہی کہا — میں بھی اس وقت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا ۔ بہت قیمتی وقت ہے یہ؟

— کاش تم دیر تک توقف کر سکتیں ۔ اور اے کاش میں تمام شب تم کو مہمان رکھ سکتا ۔

دیکھو! تمہارے بال بکھر گئے ہیں ...... انہیں سنوار لو! — یہ لو کنگھا!

— تم سوچ کیا رہی ہو؟ ..... مجھے بتلاؤ تو .....

تمہارے اس فکر مند چہرے سے مجھے وحشت ہوتی ہے

میں تمہیں خاموش نہیں دیکھ سکتا ۔ ایک لحظہ کے لئے بھی — ؟

تم خموش کیوں ہو — ؟ بولتی کیوں نہیں ..... ؟

— تم بال ٹھیک کر لو، بال الجھ گئے ہیں تمہارے

Taj Tahir Foundation

. . . . . . لاؤ! میں انہیں ٹھیک کردوں!"

گھربار:۔ اب یہ بال دکھانے کیسے ہیں مجھے —— ؟ رہنے دو انہیں ایسے ہی۔ ۔ ۔ ،

شاعر:۔ لاؤ! میں درست کردوں انہیں —— ! تم بیٹھ جاؤ! تھوڑی دیر کے لئے —— تاکہ میں تمہیں اچھی طرح دیکھ سکوں۔
میں تمہیں غور سے دیکھنا چاہتا ہوں آج! —— خوب جی بھر کے۔

گھربار:۔ اب اجازت دیجئے مجھے۔ دیکھئے! وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔

شاعر:۔ تم بیٹھو تو —— ، ذرا سی دیر اور۔

گھربار:۔ مجھے اب چلنا چاہیئے۔ ۔ ۔ ۔ ورنہ ۔ ۔ ۔ ،

شاعر:۔ (التجا آمیز انداز میں) نہیں! گھربار آج نہ جاؤ۔

گھربار:۔ چھوڑ دیجئے! ۔ جانے دیجئے مجھے —— دیکھئے! دگرنہ کنڈی لگ جائے گی۔

شاعر:۔ کل تم آؤ گی نہ —— ؟

گھربار:۔ ضرور!

شاعر:۔ میں آج ہی سے کل کا انتظار شروع کردیتا ہوں۔

Taj Tahir Foundation

گھربار کئی دن تک نہ آئی۔

شاعر کی وحشتوں پر جنون غالب آ گیا ۔۔۔ سکون و چین لٹ گیا۔

اس نے شب کی تاریکی میں دیوانہ وار گھربار کے مسکن کے طواف کئے۔

پیچ در پیچ گلیوں کے چکر کاٹے ، ان راہوں سے گزرا جہاں سے گھربار کا گزر ہوتا تھا۔ رات کے سناٹے میں تاروں کو شمار کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ وہ پاگل ہو گیا ـــــــ بالکل دیوانہ ـــــــ ،

آنے والی ہر شب کا اس نے نہایت بے قراری سے انتظار کیا۔

اس کی پیاسی نگاہیں بھٹکتی رہیں۔ دل دردِ فرقت میں تڑپتا رہا۔ اور سیاہ راتیں اس کی روح کو ڈستی رہیں۔

ایک رات!

جب چودھویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا اور شاعر کی وحشتیں انتہائی شباب پر تھیں۔ اس کی منتظر نگاہیں ٹائم پیس کی دھڑکنوں کو شمار کر رہی تھیں۔

یکایک اس کے کانوں میں مترنم آواز گونجی . . . . . "محب! ۔محب! جیسے گھربار اسے پکارتی ہوئی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

وہ اٹھا۔ اور وحشیوں کی طرح دوڑتا ہوا دروازے کی جانب

بے تحاشہ بڑھا۔

کون.... ؟ گھر بار اور شاعر کی نگاہیں حیرت کدہ بن کر رہ گئیں،

تم ___ تم آگئیں نسیمِ قسمت! تمہاری عمر دراز۔

تمہارا نام لیا تھا۔ ابھی ابھی میں نے۔

___ چلو اندر چلیں ___، میرا جھونپڑا کئی روز سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ اس کی اداس فضا ایک طویل مدت سے تمہاری مسکراہٹ کی منتظر ہے تمہاری آمد سے میرے غربت کدے میں چاندنی پھیل جاتی ہے.......

چلو...... آؤ چلو! اندر چلیں...... تم رُک کیوں گئیں۔؟

گھر بار فلک پر دمکتے ہوئے چاند کو تک رہی تھی اور شاعر گھر بار کو دیکھ رہا تھا۔

"گھر بار! یہ قمر! یہ دمکتا ہوا چاند! ___ یہ نور کی جگمگاتی ہوئی تھالی۔ تمہارے رُخِ تاباں کی ایک جھلک ہے ___، اور یہ ستارے بالکل میرے زخمِ جگر کے مانند ہیں ___ تمہارے خیال میں تمہارے انتظار میں ___ میں انہیں پچھلے پانچ دنوں سے شمار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

آؤ چلو ___ اندر چلیں... وہ دیکھو چاند تمہارے سامنے ماند پڑ گیا ___ تمہاری تاب نہ لا سکا...... اس کی روشنی

مدھم ہوتی جا رہی ہے . . . . . فروغ کامل شرما
رہا ہے تمہارے سامنے، وہ دیکھو! ادھر
سیاہ بادلوں کی تہہ میں چھپ گیا۔
چاند! چاندنی پھیکی پڑ گئی ہے تمہارے سامنے
یہ تمہارے حسن کی تاب نہ لا سکا۔
— آؤ چلو . . . . اندر چلیں —، میں
تمہیں بلب کی تیز روشنی میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

کمرے کی اداس فضا میں پھر نور برسنے لگا۔

شاعر نے لیمپ کا شیڈ گہر بار کے چہرے کی طرف کر دیا۔ اور ٹکٹکی باندھے
لئے غور سے دیکھنے لگا۔

گہر بار دیوار پر آویزاں تصویر کو دیکھ رہی تھی۔

شاعر مست تھا، بے خود و بے خبر —— گہر بار تصویر کی منظر کشی دیکھنے
میں محو تھی اور شاعر اس کے حسن کا بغور تجزیہ کر رہا تھا۔ کاش اس کی نگاہیں ہمیشہ
کے لئے اس کے حسین مکھڑے میں جذب ہو کر رہ جاتیں۔

شاعر اس کے چہرے کو بغور تکتا رہا اور گہر بار اس تصویر کو جس میں
سمندر میں مدوجزر آ رہا تھا، — طوفان امنڈ رہا تھا۔ لہریں بلند ہو کر خلا میں
ٹکرا رہی تھیں —— اور ایک شکستہ کشتی لہروں میں الجھی بھنور میں پھنسی
طوفانی تھپیڑوں میں جھکولے کھا رہی تھی۔

شاعر کے جذبات میں تلاطم پیدا ہوا —— "گہر بار! میرے جذبات

میں بھی ایسا ہی طوفان برپا ہے، میرے خیالات میں بھی ایسا ہی مدوجزر ہے ـــــ میری زندگی میں بھی اتنی ہی ہل چل اور دھڑکنیں ہیں۔ میرا مجروح دل بھی اس شکستہ کشتی کی مانند آرزوؤں اور تمناؤں کے بھنور میں جھکولے کھا رہا ہے۔"

گھربار نے نیچی نگاہوں سے دیکھا۔ شاعر کو زندگی کا بھروسہ نہ رہا۔

"گھربار! تمہاری ان حسین آنکھوں میں میری دنیا آباد ہے۔"

اس کے جنون کی مشعل پھر بھڑک اٹھی۔

اُف! تمہاری یہ مخمور نگاہیں!

ـــــ! تمہاری یہ زلفِ پریشاں!

ایک آہ سرد فضا میں تھرا اٹھی۔

شاید میرا نشیمن پھر جلا چاہتا ہے۔

امنگیں پھر کہیں جوان نہ ہو جائیں ـــــ؟

تمنائیں پھر بیدار ہونے لگیں۔ کہیں زخمِ دل پھر تازہ نہ ہو جائیں ـــــ؟

گھربار! میرے سینے میں عجب سی جلن ہے۔ سوزش اور بے کلی ـــــ شاید! تمہاری نظروں کا نشتر رگِ دل میں ٹوٹ کر رہ گیا ہے۔

افسوس! تمہارا کرم بھی میری گرتی ہوئی حالت نہ
سنبھال سکا۔ نہ جانے یہ کیسی الجھن ہے۔ تم پاس
ہو جب بھی بحالی میسر نہیں ہوتی
اور اب ــــ ۔۔۔۔۔ اب یہ گھڑیاں! یہ حسین
ساعتیں! جلد ہی بیت جائیں گی، اور تم ــــ تم
چلی جاؤ گی۔
نہ جانے پچھلے کتنے گھنٹوں سے میں ان خوشگوار
لمحات کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

شاعر:۔ (والہانہ انداز میں) گھر بار! کیا تم اپنا حسین چہرہ صرف چند لمحات کے لئے
محض چند ساعتوں کے لئے میرے حوالے
کر سکتی ہو ــــ؟"

گھر بار پریشان ہو کر رہ گئی ــــ "کیا اسی لئے بلاتے ہیں آپ مجھے؟"

شاعر:۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ (گڑگڑا کر التجا کرتے ہوئے) نہیں۔! نہیں۔ یہ
بات نہیں ماہرو ــــ صرف آج کے لئے محض
آج کے لئے۔ اس کے بعد پھر کبھی نہ کہوں گا۔

گھر بار:۔ (برہم ہوتے ہوئے) روز ہی کا دستور بنا لیا ہے آپ نے ــــ
میں جاتی ہوں ۔۔۔۔ مجھے جانا ہے اب۔

شاعر:۔ ناراض ہو گئیں گھر بار؟

Taj Tahir Foundation

(ملتجانہ انداز میں) ——— خدا کے لئے بیٹھو! — آج ہماری زندگی روٹھ گئی ہم سے،

آج کائنات نے ہم سے منہ موڑ لیا —،

..... تم بیٹھو! ذرا سی دیر کے لئے اور بیٹھو!"

گھربار :- نیند آرہی ہے، اب اجازت دیجئے مجھے .....!"

شاعر :- (ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے) اور میری نیندیں....؟

میری نیندیں خمار بن کر اڑ گئی ہیں۔ تم یہیں سو جاؤ۔ میں تمہیں جی بھر کے دیکھنا چاہتا ہوں آج۔

..... میں نے ایک بار ..... زندگی میں صرف ایکبار تمہیں غور سے دیکھا ہے۔

گھربار :- (متعجب ہوکر) کب ......؟

شاعر :- (والہانہ انداز میں) اس سلونی اور تاروں بھری رات؛ جب تمہیں گھر جانے کو دیر ہو گئی تھی۔ اور میں نے اپنی بے چین حسرتوں اور ارمانوں کا واسطہ دے کر تمہیں روک لیا تھا۔

تم سوتی رہیں، میں بغور تکتا رہا۔

میں جاگتا رہا لیکن میری قسمت سوتی رہی۔

...... جانتی ہو! اس حسین شب کیا کیا تھا۔

میں نے؟ کمرے تمام بلب روشن کرنئے تھے۔

اُف! بڑی مست اور سہانی رات تھی وہ....؟

Taj Tahir Foundation

تمام رات تمہاری ان مست اور خمار آلود آنکھڑیوں
کے ساغر سے شراب ڈھل ڈھل کر برستی رہی۔ اور
میں پیتا رہا . . . . پیتا رہا اور جھومتا رہا۔
لیکن وہ زریں لمحات، وہ حسین ساعتیں جلد ہی
بیت گئیں۔ خندۂ گل اور تبسم شرار کی طرح
چشمکِ برق اور سایۂ ابر بہار کی طرح۔
یقین جانو! اس رات . . . . ! زندگی میں
صرف اس رات۔ میں نے سب سے زیادہ کیف و سرور
حاصل کیا تھا۔
. . . . اے کاش میں اس وقت کو واپس
بلا سکوں۔ ان حسین لمحات کو دوبارہ
حاصل کر سکوں؟

گھر بار :- مجھے اب اجازت دیجئے۔!
شاعر :- آج بھی تم یہیں سو جاؤ! رات کافی جا چکی ہے، دیکھو! باہر بوندیں
پڑ رہی ہیں۔
. . . . . اُف! ہوا کس قدر تیز اور خنک ہے . . . . وہ دیکھو!
اولے پڑنے لگے . .
کہاں جاؤ گی تم اس تیز باراں میں؟ یہیں رہ جاؤ، یہیں سو جاؤ
آج تم ڈرو نہیں! خوفزدہ نہ ہو میں تم سے دور رہوں گا۔ بہت

دور ——"

بارش اور تیز ہوگئی، دھواں دار —— اولے پڑنے لگے۔ اور خنک ہوا کے ایک تیز جھکڑ نے کمرے کے نیم وا دروازے کو پوری طرح بند کر دیا۔

گھر بار نے چند حسین جمائیاں لیتے ہوئے خود کو کمان کی طرح مسند پر ڈال دیا۔ شاعر گوشے میں بیٹھا ہوا اپنی پیاسی نگاہوں کو اس کی ضیاء حسن سے سیراب کرنے لگا۔

گھر بار سو گئی۔ شاعر نے لیمپ کا رُخ اس کے چہرے کی طرف کر دیا۔ وہ اور قریب پہنچ گیا۔ اس کے حسن کا بہ غور مطالعہ کرتا رہا۔ اور لکھتا رہا۔ اس کے تخیلات میں شعریت اُبلنے لگی، تحریروں میں جذبات مچلنے لگے۔ اس نے لکھا اور بہت کچھ لکھا۔

رات کی زلفیں ابھی کمر تک نہ پہنچی تھیں۔ وہ اٹھا اور گھر بار کا سر اپنے دھکتے ہوئے زانوؤں پر رکھ لیا۔

گھر بار سو رہی تھی، بالکل بے خبر ——

حُسن مصروفِ خواب تھا اور عشق اس کی پاسبانی کر رہا تھا۔

شاعر تک رہا تھا۔ غور سے اور بہت قریب سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ——، وہ مدہوش ہو گیا۔ متوالا —— دنیا و مافیہا سے بے خبر ——،

یکبارگی پھڑکتے ہوئے ہونٹ اسی لذت کی تلاش میں ایک بار پھر چمٹ گئے —— گھر بار سوتی رہی، شاعر اس کی دراز پلکوں کو چومتا رہا۔ اس کے

پیاسے ہونٹ حسن خوابیدہ کی لذت سے آشنا ہوتے رہے۔ وہ گھر بار کی زلفوں کو سنوارتا رہا۔ پیشانی کو بار بار چومتا رہا اور عالم سرشاری میں جھومتا رہا۔

وہ مست ہو گیا۔ نشے میں چور —— مخمور ۔ ۔ ۔ یہاں تک کہ رات کی سیاہی ڈھل گئی۔ اور روز روشن ہو گیا۔ تمام دن وہ بدمست رہا۔ نس نس میں شراب دوڑتی رہی۔ خمار چھایا رہا اور مدہوشی بڑھتی گئی۔

ایک مدت تک گھر بار شاعر سے نہ مل سکی۔

شاعر نے اسے خونیں خطوط تحریر کیے۔ سب بے سود اور بے اثر ثابت ہوئے۔

لیکن ایک شب، ایک اندھیری اور ڈراؤنی رات!

جب شاعر اپنے خاتمۂ زندگی کا فیصلہ کر چکا تھا۔

گھر بار ایک بھولی بسری یاد کا سہارا لے کر اس کی قیام گاہ میں داخل ہوئی۔

اس کے چہرے پر ضرورت سے زیادہ سنجیدگی اور متانت تھی۔ شاعر دیوانوں کی طرح اس کا استقبال کرنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھا۔

کہاں تھیں تم اتنے دنوں سے —؟

میں فرقت میں لہو رویا کیا اور تمہیں خبر تک نہ ہوئی

دنیا خلاف ہو گئی ——، اور تم بھی —!

موت کو بھی نیند آگئی تھی شاید!

تمہیں میرا خیال تک بھی نہ آیا کبھی —؟ اور آنے
بھی کیوں لگا تھا۔ بہت زیادہ مصروف رہتی ہو
تم ——؟

...... بہت ہی زیادہ مصروف!

اس نے ایک آہِ سرد بھری، اور انتہائی جنونی کیفیت میں خلا کو گھورنے لگا۔

"آسمان کے ان جگمگاتے ستاروں سے پوچھو! کتنی
حسرتناک راتیں تمہارے فراق میں انہیں شمار
کرتے ہوئے گزاری ہیں۔

فلک کے اس ڈھلتے چاند سے پوچھو! ....
کتنی ویران راتیں تمہارے ہجر میں اس کو تکتے
ہوئے بسر کی ہیں —"

رات کے اس اُداس اور خموش سناٹے سے
پوچھو! کتنی سرد آہیں اور دہکتے نالے تمہارے انتظار
میں اس تاریک فضا میں جذب ہو چکے ہیں —

..... صرف تمہارے خیال میں، محض تمہارے
بے چین تصور میں — اتنی مدت بعد، اتنے صبر آزما
اور کٹھن انتظار کے بعد تم آئی ہو، اور اب —؟
اب چلی جاؤ گی۔

خدا جانے۔ اب کب ملاقات ہو؟

...... تم آؤ یا نہ آؤ۔

.... میں زندہ رہوں یا مرجاؤں۔ (اور پھر تم

آؤ بھی تو شاید میری موت کے بعد ـــ،

لیکن! اس سے قبل کہ موت کے خنک ہاتھ میری

تمناؤں کو سرد کردیں۔ میں ایک بار!... صرف ایکبار

اپنی آنکھوں کو تمہارے قدموں سے مس کرنا چاہتا ہوں؛

تمہارے قدموں کو چومنا چاہتا ہوں... صرف ایکبار!

گھر بار نے پیر سمیٹ لئے۔

"تم نے اتنی بے رخی کیوں برت لی؟

تم اتنی جفا شعار اور سنگدل کیوں بن گئیں؟ (شاعر

نے گھر بار کے پیر پکڑ لئے۔)

مجھے چومنے دو!...... میں تمہارے ان قدموں کو

چومنا چاہتا ہوں۔ صرف چند لمحات کے لئے۔

اچھا! تم اپنے حسین پیر میری جانب کردو ـــ،

..... نہیں ـــ؟ کیوں....؟"

اچھا۔ صرف چند لمحات کے لئے انہیں میرے حوالے کردو،

... یقین جانو! اس کے بعد پھر کبھی نہ کہوں گا۔

گھر بار:۔ (مسلسل الجھنوں سے اکتاتے ہوئے) نہیں!..... میں نے کہا نہ ... نہیں!

شاعر:۔ تم بہت بے مروت ہو۔ اور سنگدل بھی ـــ مجھے تڑپتا دیکھکر اور تڑپا رہی ہو،

Taj Tahir Foundation

تمہیں خوشی ہوتی ہے۔ میری بے چینی اور اذیت سے۔؟

وہ بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے کھسیانہ سا ہو گیا۔

اچھا! صرف پانچ منٹ کے لئے اپنے پیر میری سمت بڑھاؤ
میں ان پر اپنا سر رکھوں گا۔ . . . . .

اور شاعر زبردستی پیروں سے لپٹ گیا۔ قدموں میں سر ڈال دیا اور تلووں کو چومنے لگا۔ دیوانہ وار . . . . پاگلوں کی طرح ۔۔ چند لمحات بعد گھر بار نے پیر یکلخت سمیٹ لئے۔

شاعر کے مضطرب قلب کو ایک زبردست دھچکا لگا۔ ویران نگاہوں میں حسرتیں دم توڑنے لگیں۔ اس نے حیرت و تعجب سے گھر بار کو دیکھا۔

گھر بار! ابھی صرف چند لمحات گزرے ہیں ۔۔ ،
للہ! اتنی جلد میرا مقصود مجھ سے نہ چھینو!
دیکھو! میری آرزوؤں کو اعتدال پر آنے دو ۔۔ اتنی سخت نہ بنو، اتنے ستم نہ ڈھاؤ۔
. . . . . میں نے پانچ منٹ کی اجازت طلب کی تھی ۔۔ صرف پانچ منٹ کی . . . . . ،
۔۔ تم بہت عجلت کر رہی ہو ۔۔ ،
للہ! انہیں پھر میرے قریب للہ ۔۔ ! میں انہیں اپنے اشکوں سے دھوؤں گا۔

گھر بار نے تمتماتے ہوئے شاعر کو یکلخت مسترد کر دیا۔ حریری دوپٹے میں پیر چھپا لئے۔

Taj Tahir Foundation

شاعر بے تابی سے تڑپ اٹھا۔ اشکوں کے سحاب آنکھوں سے امنڈ آئے

"کیا کہا ۔۔ ؟ ۔ ۔ ۔ نہیں!" ہجوم یاس سے اس

کا دل بیٹھنے لگا۔

آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے۔ یک لخت وہ بہت سنجیدہ ہو گیا۔ ازحد

سنجیدہ ۔۔۔، چہرے پر متانت کی پختگی برسنے لگی۔ جبیں پر سلوٹیں رینگ گئیں او

بھویں تن کر سکڑ گئیں۔

گھر بار :۔ تم نے محبت کی توہین کی ہے۔

تم نے انسانیت کی ہتک کی ہے۔

تم نے عشق کی تذلیل کی ہے"

گھر بار :۔ (دونوں ہاتھ ملتے ہوئے) "یہ بات نہیں میرے شاعر!"

شاعر :۔ (جذبات کی تیز رو میں بہتے ہوئے) "یاد رکھنا گھر بار! زندگی کے کسی

دور میں کوئی ایسا بے وقوف شخص بھی ملا تھا۔ جس نے صرف پابوسی کی

تمنائیں کی تھیں۔ اور تم اُسے چند لمحات بھی نہ دے سکیں ۔ ۔ ۔ اور

میں ۔۔ ؟ میں بھی فراموش نہیں کر سکتا ۔ ۔ ۔ کہ میری وقعت اتنی

بھی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ کہ کسی کے قدموں سے اپنے تشنہ لبوں کو تسکین دے

سکوں ۔۔۔، اپنا سر کسی کے قدموں پر رکھ سکوں۔

گھر بار :۔ یہ چیز نہیں، ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بات مگر نہیں۔ تم مجھے کہنے کیوں نہیں دیتے آخر؟

تم میری بات کیوں نہیں سنتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

شاعر :۔ (بات قطع کرتے ہوئے غیر معمولی سنجیدگی کے ساتھ)

Taj Tahir Foundation

"واقعی تمہارا رتبہ بہت بلند ہے ۔ بہت ہی بلند
لیکن ! ___ لیکن میں نے تو صرف تمنائے پابوسی
کی تھی ، ...... قدم چومنے کی التجائیں کی تھیں ،
صد حیف ! اس قابل بھی نہ سمجھا تم نے ___ ؟
...... خیر ___ ! (وہ کھسیانہ سا ہو گیا) واقعی
تمہارا رتبہ بلند ہے ، یہ حقیقت ہے کہ میں تمہاری
گرد پا کے برابر بھی نہیں ......
مجھے معلوم ہو گئی اب میری وقعت ۔"

گھر بار :- (شاعر کی تقریر قطع کرتے ہوئے ۔ بات صاف کرنے کی غرض سے عجلت میں) " یہ بات نہیں ! ___ ایسا ہرگز نہیں ،
___ میں خود کو اس قابل ہرگز نہیں سمجھتی ۔"

شاعر :- (انتہائی جنونی کیفیت میں) " تم واقعات پر پردہ ضرور ڈال سکتی ہو ۔ لیکن حقائق کو کسی عنوان روپوش نہیں کر سکتیں ۔

گھر بار :- میں جا رہی ہوں اب !

شاعر :- " کہاں ___ ؟"

گھر بار :- میرا کردار ختم ہو چکا ہے ...... مجھے اب چلا ہی جانا چاہئے ۔

شاعر :- " کیوں ؟"

گھر بار :- " تمہیں ایک افسانے کا موضوع دینے آئی تھی

تمہارا افسانہ مکمل ہوگیا ——— اب میں
جاتی ہوں ۔"

شاعر:- ایسا نہ کہو . . . . ! اتنے جلد نہ جاؤ"

گھر بار:- میرا خیال ترک کردو ۔

شاعر:- " خدا کے لئے ایسا نہ کرنا ۔ گھر بار ! میری زندگی افسانہ بن کر رہ جائے گی ...
میرے گھاؤ تازہ ہیں ابھی ——،
——— دیکھو ان سے لہو رس رہا ہے ۔ ان زخموں اور ناسوروں کو آبِ حیات
کی ضرورت ہے ۔
تم ذرا ٹھیرو گھر بار ! —— اتنے جلد ترک مراسم نہ کرو ۔"

گھر بار:- "الفاظ کے نشتر سے میری روح میں کچوکے نہ لگاؤ ۔
میرے شاعر ! مجھے مت روکو —— ؟
میں صرف تمہاری انقلابی شاعری میں انقلاب
برپا کرنے آئی تھی ——،
تمہارے کلام میں سوز و درد پیدا کرنے آئی تھی،
رنگ بدلنے آئی تھی صرف تمہارا ۔ ۔ ۔
میں کامیاب ہوگئی ——— تمہارے افسانوں اور
نظموں کو نئے موضوع مل گئے ——— اب میں
جاتی ہوں، آئندہ تمہارے اشعار سے فراق والم میں
ڈوبی ہوئی سرد آہیں نکلا کریں گی ...."

Taj Tahir Foundation

شاعر:۔ "خدا کے لئے ایسا نہ کرنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ،

للّٰہ! مت جاؤ ، رک جاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھو! بجھتے ہوئے چراغ

کو پھونک نہ مارو ۔

اچھا! ذرا ٹھیرو ، میں تمہیں جی بھر کر دیکھ تو

لوں ۔

خدارا مان جاؤ! ۔ ۔ ۔ اتنے جلد ترکِ محبت نہ کرو ،

اتنی مہلت تو دو ۔ کہ میں آئینِ محبت اور قانونِ الفت مرتب کر لوں ۔ محبت

کا سلیقہ نہیں معلوم عوام کو ۔ عشق کے دستور العمل سے ناواقف ہیں ابھی لوگ ،

میں دنیا کو الفت کا ایک کامیاب درس دینا چاہتا ہوں"

گھر بار:۔ "تم بذاتِ خود ایک کامیاب درس ہو اب میری

ضرورت نہیں تمہیں ۔"

شاعر:۔ "نہ جاؤ خدا کے لئے ۔ بھول جاؤ اس خیال کو"

گھر بار:۔ "میں فیصلہ کر چکی ہوں ۔ میرا ارادہ چٹان کی طرح مضبوط

اور پہاڑ کی طرح اٹل ہے"

شاعر:۔ آؤ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کریں ۔ اس خیال سے

قبل ہم اپنے مراسم کی کڑیاں شمار کریں ۔

کیا خیال ہے تمہارا ؟

گھر بار:۔ تمہاری انہی باتوں سے الجھن ہوتی ہے مجھے

دل گھبراتا ہے میرا ،

Taj Tahir Foundation

"مجھے تم سے نفرت ہے تمہاری ان تمام باتوں سے
نفرت ہے۔"

شاعر:- "لیکن! مجھے محبت ہے تم سے، تمہاری ہر بات اور
ہر ادا سے"

گھربار جانے لگی۔ شاعر نے قدموں پر سر رکھ دیا۔

گھربار:- "ان ہی باتوں سے الجھن ہوتی ہے مجھے۔
مجھے نفرت ہے محبت سے۔
مجھے چڑ ہے الفت سے۔ مت روکو مجھے۔
گنہگار نہ کرو۔ چھوڑ دو مجھے!.... میرا کردار ختم
ہو چکا ہے اب؟"

شاعر:- (نہایت متانت سے) "اس سے قبل کہ تم مجھے جانکنی
کی کیفیت میں چھوڑ کر رخصت ہو۔ اور میں موت اور
زندگی کے دوراہے پر پڑا سسکتا رہوں اپنے خوشگوار
ماضی کی حسین اور گل پوش بساط پر تم سے صرف
ایک التجا کروں گا ؛
محض ایک التماس!
امید کہ تمہیں ماں لینے میں کوئی تعرض نہ ہوگا۔
آؤ! ہم پھر ایک صلح کن تجویز پیش نظر رکھیں۔"

اس کی پختہ سنجیدگی جنون کی آخری منزل تک پہنچ رہی تھی۔ وہ اٹھا اور

وحشیوں کی طرح اپنی الماری کی طرف لپکا۔

"یہ ریوالور! بہ یک وقت دو بڑی مہم سر کرسکتا ہے۔

ڈرو نہیں — ، خوفزدہ نہ ہو — یہ مجھے دائمی

اضطراب سے غیر فانی سکون بخش سکتا ہے۔ اور

تمہیں —؟ . . . . تمہیں ہمیشہ کی الجھنوں

سے چھٹکارہ — ،

ریوالو کی

تمہاری انگلی کی ایک جنبش! ریوالور کی ایک گولی

مجھے ابدی تسکین عطا کرسکتی ہے اور تمہیں ایک

دائمی آزادی — ،

تم جب بے زار ہو چکی ہو اور میں بھی خود سے عاجز،

اس سے بہتر کوئی دوسری تجویز نہیں . . یہی میری

ایک تمنا ہے اور یہی میرا آخری ارمان! —

جو میری محبت! اور تمہاری ہمدردیوں سے وابستہ ہے

اس آخری وقت میں جب مراسم کی کڑیاں توڑ کر

تم منہ موڑ رہی ہو . . . . . مجھے تشنہ نہ چھوڑو۔

میں تمہارے بغیر ایک ساعت زندہ رہنا نہیں چاہتا

اور اب جب ہم ایک دوسرے سے بچھڑ رہے ہیں

تھوڑی دیر کے لئے ہمیں ایک دوسرے کا ہمدرد

بن جانا چاہیئے۔

اُٹھاؤ! ...... یہ ریوالور اپنے پورے استقلال
ضبط کے ساتھ۔ بند کر لو آنکھیں۔ سمجھ لو کہ تم میرے
لیے ایثار کر رہی ہو ---،
ایک زندہ جاوید ایثار!
... میری قسمت تمہارے فیصلہ کی منتظر ہے،
تمہاری انگلی کی ایک حرکت میں میرا سکون مخفی ہے،
اٹھاؤ اور تانو اس ریوالور کو --- ، بناؤ نشانہ خدارا
للہ! میرے ارمان نکل جانے دو ---؟
میری تمنائیں تمہیں دعائیں دے رہی ہیں،
میرے مضطرب قلب کی آس تمہارے نشانے سے وابستہ
ہے۔ دیکھو! میری امیدوں پر پانی نہ پھیرو ---،
مجھے جیتے جی موت کے کرب والے چنگل میں نہ چھوڑو۔

گھر بار:- کیسی باتیں کر رہے ہو آج --- کیا ہو گیا ہے تمہیں .....؟
کیوں میری بربادی پہ تلے ہوئے ہو آخر ---؟ مجھے جانے دو ---،
مجھے مت روکو!

تم نے میری زندگی میں زہر ہلاہل گھول دیا ---
میں خموش رہی کچھ نہ کہا۔
تم نے مجھے اور میری الفت کو مطعون کیا --- زبان
تک نہ ہلائی۔ اُف تک نہ کی۔ اور آج .....؟

Taj Tahir Foundation

آج تم مجھ ہی سے میری محبت کا خون کرانا چاہتے ہو۔
مجھ ہی سے کہتے ہو کہ اپنا حلقوم اپنے ہی دانتوں سے
چبا ڈالوں۔ کتنے سادہ لوح ہو تم ——؟
ذرا سوچو تو یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے —؟"

شاعر:— تم چاہتی ہو۔ میں اذیت سے تڑپتا رہوں اور تم خوشی سے دیکھتی رہو —؟
میں موت کی تمنا میں ایڑیاں رگڑا کروں۔ اور تم فخر کرتی رہو
ہر سانس میری روح میں نیا ناسور پیدا کرتا رہے۔ تم مسکراتی رہو۔
میں بلکتا رہوں، تم ہنستی رہو۔ میں سسکتا رہوں تم میری زندگی کے بے چین سانس شمار کرتی رہو۔

گھربار:— مجھے کچھ نہیں معلوم —، میں کچھ نہیں جانتی۔ تمہارے اسی جنوں سے الجھن ہوتی ہے مجھے؟
خدایا! کس مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہیں.....؟
للہ! ضد نہ کرو ——، ورنہ سر پھوڑ لوں گی ——
چھوڑو میرا راستہ! — ہٹ جاؤ میرے سامنے سے، میرے دل میں جو الاؤ ابھی سلگ رہا ہے۔ ورنہ یاد رکھو! ریوالور کی اسی گولی سے۔ جس سے خاتمۂ محبت کی فرمائش کر رہے ہو۔ اپنی زندگی کو خود داغ لوں گی۔
یاد رکھو! تمہاری زندگی تمہارے لئے نہیں —— تمہاری محبت کے لئے نہیں . . . . . ! دیس کے لئے ہے۔ تمہیں زندہ رہنا چاہیئے —— اپنی قوم کے لئے —— اپنے ملک کے لئے۔ اور میں ——؟ میں تو مر چکی کبھی کی۔ میرا جنازہ

تو اسی شب نکل چکا تھا جب حُسن کے چہرہ پر عشق کی پرچھائیاں منڈلاتی تھیں جب محبت کے سادہ اور معصوم رخساروں پر عشق نے نورانی قندیلیں روشن کی تھیں۔

لیکن! تمہیں زندہ رہنا پڑے گا۔ قوم کے لئے ملک کے لئے۔
—— اپنے ادب کے لئے، یہی ہمارا مشترکہ سرمایہ ہے۔
میں جا رہی ہوں اب —— زیادہ وقت نہیں
میرے پاس۔
...... ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔
میرا کردار ختم ہو چکا ہے —"
گھر بار تیزی سے باہر کی جانب بڑھنے لگی۔
شاعر بلبلا اٹھا۔
خدارا مت جاؤ — لوٹ آؤ! ......
لوٹ آؤ للہ .... مت جاؤ۔
آجاؤ واپس ——، اس خانۂ دل کو ویران
کر کے نہ جاؤ۔
میں کہتا ہوں لوٹ آؤ..... گھر بار!
گھر بار چلی گئی۔
فضا میں ایک دردناک نغمہ تحلیل ہو کر رہ گیا۔
شاعر کی مسرتیں لٹ گئیں۔ قسمت روٹھ گئی۔

Taj Tahir Foundation

رنج و الم نے اس کے مجروح قلب کو بے کل کر دیا۔ اور بار غم نے نڈھال۔ حیات میں بے چینیاں سما گئیں۔ شدتِ فراق سے زخموں کے بند ٹوٹ گئے۔ دہانہ ہائے زخم کھل گئے، زخموں سے لہو اُبلنے لگا۔ ایک عرصے تک قلب و جگر لہو اُگلا کئے۔ اور وہ خونی آنسوؤں اور آہوں کے درمیاں سسکیاں لیتا رہا۔ یہاں تک کہ تمنائیں تھرتھرا کر ہمیشہ کے لئے سو گئیں۔

شاعر کی محبت آہ اور واہ سے چھڑی اور ہچکیوں پر ختم ہو کر رہ گئی۔

حیات شمع بن کر جلی۔ اور آنسو بن کر ختم ہو گئی۔

Taj Tahir Foundation

یہ دُنیا ایک بازار ہے ، ایک بہت بڑی مَنڈی ، یہاں کا ہر فرد
ایک گاہک یا تاجر ہے ، لیڈر ، وَاعظ ، بازار میں
بیٹھی ہوئی عورت ، منبرِ تقدیس پر کھڑا ہوا مرد ، سب ہی
سوداگر ہیں ، ہاں تجارت کے انداز اور اصول الگ الگ ہیں !

ایک مُقدس عورت

اپنی خودی سے اپنے حرص و ہوس کے شعلوں میں لپٹی ہوئی دنیا کو گلزار بنا دیتی ہے !

رئیس احمد جعفری ——— اپنے

نوکِ قلم سے ان تمام پردوں کو اُٹھا دیتے ہیں جو خلوص اور انسانیت کے چہرے پر پڑے ہوئے خریداروں کو دعوت دے رہے تھے !

رئیس احمد جعفری

کا

سوداگر

ایک شاہکار ہے !

اپنی مضبوط جلد اور حسین گردپوش کے ساتھ چار سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے

قیمت فی جلد:- پانچ روپے

اُردو منزل بندر روڈ کراچی

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

ابراہیم جلیس ــــــ نے

نئی دیوارِ چین

میں اسی ملک کی نئی زندگی کو پیش کیا، جہاں رنج و غم، مفلسی و بیکسی اور چیخوں کی جگہ، قہقہوں نے لے لی ہے، ایک نئے نظام نے اس ملک کے افراد کو جو کچھ عطا کیا ہے وہ سب کچھ آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے!

اس نے زندگی کے وہ رخ بھی پیش کئے ہیں جہاں بدی کا مفہوم ایک حرفِ غلط ہے اور حیات کی وہ سربلندیاں بھی پیش کی ہیں جہاں صداقت، دیانت اور حیا کے سوا ہر ایک سکہ کھوٹا ہے!

ابراہیم جلیس ــــــ کے
نئی دیوارِ چین
"سفرِ چین" کا ایک زندۂ جاوید شاہکار

قیمت:- چار روپے

اُردو منزل
بندر روڈ، کراچی

Taj Tahir Foundation

جلد ہی آنے والے

ناول

اُن کا خیال

کیا شادی کیا غم

فرصت کے دِن

نیلا آسمان

حادثہ

اُردو منزل

بندر روڈ، کراچی

Taj Tahir Foundation